درس حدیث

محمد اظہر مدنی

سنگ دلی چھوڑیے اور نرم دل ہو جائیے

عن ابی امامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان لله تبارک وتعالیٰ آنية فى الارض و آنية ربكم قلوب عباده الصالحين، وأحبها اليه ألينها و أرقها". (رواه الطبرانى، وصححه البانى:١٠٩١)

ترجمہ : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ کے زمین میں برتن ہیں اور تمہارے رب کے برتن اس کے نیک بندوں کے دل ہیں اور ان میں سے اسے سب سے زیادہ محبوب وہ دل ہیں جو سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ رقیق ہیں۔

تشــــریح: اعضائے جسم میں دل کو سب سے بڑا مقام حاصل ہے۔ اگر یہ عضو کسی بھی طرح متاثر ہوتا ہے تو اس کی وجہ سے پورا انسانی جسم متاثر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مرکزی عضو کا چست و درست ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر دل کی اصلاح، اس کی پاکیزگی، صالحیت وتزکیہ وتطہیر کی بات کی ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جسم میں خون کا ایک لوتھڑا ایسا ہے اگر وہ ٹھیک رہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ دل ہے۔'' لہٰذا دل کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی اور عضو کو حاصل نہیں ہے اس لیے اس کی حفاظت کرنا اور اسے رب کی مرضی کے تابع کرنا بیحد ضروری ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک سیدھا نہیں ہوسکتا ہے جب تک اس کا دل سیدھا نہ ہو۔

چنانچہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے کہ اپنے دل کی سلامتی کے لیے وہ تمام تدابیر اختیار کرے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں ہے۔ چونکہ یہی وہ راستے ہیں جن کے ذریعہ انسان اپنے اس مرکزی عضو کی حفاظت کرسکتا ہے اور سلامتی کی راہ پر گامزن کرسکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر کسی شخص کا دل صاف اور صالح نہ ہو تو گویا اس کا ایمان وعمل صالح نہیں ہے۔ لہٰذا اس دل کو سنبھال کر رکھنا اور نفس کی پیروی سے نکال کر اتباع کتاب وسنت کی شاہراہ پر لگانا ضروری ہے۔ کیونکہ دل کی کیفیت بدلتی رہتی ہے اور اس میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ دعا کرتے رہتے تھے کہ **يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلىٰ دِيْنِكَ**۔ ''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھنا'' اور قرآن میں وارد یہ دعاء ''**رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ**''۔ (آل عمران:٨) ''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کردے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث میں اسی دل کا تذکرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے اچھے دل والے پسند ہیں۔ بلکہ جو دل جتنا نرم ورقیق یعنی موم ہوا تنا ہی دربار الٰہی میں اس کو پذیرائی حاصل ہے۔ چنانچہ سنگ دلی، قساوت قلبی، سخت دلی، اور اس میں پائی جانے والی برائیاں جیسے کینہ کپٹ، بغض وحسد، ظلم وخیانت، شرک وکفر، بدعت وضلالت ایمان کے منافی ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ اس لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہیں جن کا دل سب سے زیادہ سخت ہے۔ لہٰذا انسان کا نرم دل ہونا اس کی اچھی صفت اور سنگ دلی اس کی مذموم صفت کی علامت ہے۔ ہمیں ایک مسلمان ہونے کے ناطے سنگ دلی چھوڑ کر نرم دل بن جانے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ صفت ہمارے درمیان پیدا ہوگئی تو گویا ہم انسانیت کے لیے رحمت بن سکتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ عفو ودرگذر کا معاملہ کرسکتے ہیں۔ کینہ کپٹ، بغض وحسد کو تیاگ دے سکتے ہیں اور اس جیسے جتنے مسائل ہیں جو صرف سنگدلی کی بنیاد پر جنم لیتے ہیں۔ ان کا خاتمہ ہمارے سماج ومعاشرہ سے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ہمارا یہ مشن ہونا چاہئے۔ تاکہ ہم اس کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کرسکیں، غریبوں اور کمزوروں کے درد کو محسوس کرسکیں اور اللہ کے حضور حاضر ہوکر گڑگڑا سکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کے اندر سے شقاوت، سختی وسنگ دلی کو ختم فرمادے اور موم کی طرح نرم وگداز بنادے تاکہ ہم تیرے چہیتے محبوب اور مقرب بندے بن سکیں۔ الٰہی تو دلوں کا پھیرنے والا ہے اور یہ دل تیری دو انگلیوں کے درمیان ہے، تو جیسے چاہے پھیر دے۔ اے اللہ! اسے اپنی اطاعت وپیروی کی طرف پھیر دے۔ آمین۔ وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيرا۔

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
والدین: ایک عظیم نعمت ۵
بھوک و پیاس کی تکلیف اور ہماری ذمہ داریاں ۷
زمین میں فساد و بگاڑ کی شکلیں ۱۱
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ۱۴
حقیقتِ نفاق ۱۶
حقوق الاطفال کا تحفظ ۱۹
ذکر الٰہی کی اہمیت وافادیت ۲۳
بہار کی معروف ملی، سماجی اور جماعتی شخصیت ظفیر عالم علیگ... ۲۶
فارسی زبان کے ماہر استاذ و مربی مولوی ہارون رشید صاحب کا انتقال پُر ملال ۲۸
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۳۰
جماعتی خبریں ۳۱
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک
سالانہ ـــــــــــ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ـــــــــــ ۷/روپے
پاکستان ـــــــــــ ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

ایسے مواقع بھی میسر ہوئے

وطن عزیز ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں روز بروز جس طرح کے حالات پیدا ہو رہے ہیں یا پیدا کیے جا رہے ہیں وہ بلاشبہ سب کے لیے لمحہ فکریہ ہیں اور ان پر سنجیدہ غور وفکر کرنے اور ان سے خوش اسلوبی کے ساتھ نمٹنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے اور مثبت فکر کے ساتھ اپنے قومی وملی یا دینی وسیاسی تشخص کو اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ یہی تاریخی طور پر زندہ قوموں اور ترقی یافتہ امتوں کی روش اور طریقہ رہا ہے۔ محض حالات کا رونا رونا اور چیلنجز اور مسائل کا ہوّا کھڑا کر کے اور حالات کے جبر میں خود کو مجبور گردان لینا کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ یہ ہر دور میں مجبور ولاچار اور مظلوم ومحکوم قوموں کا شیوہ رہا ہے۔ آج کے دور کا المیہ یہ ہے کہ اکثر جماعات وطبقات اسی دوسری روش پر گامزن نظر آتے ہیں جس کی وجہ سے حالات سدھرنے اور ان میں بہتری آنے کے بجائے دن بدن بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ یہ وقت ہے قوم وملت اور انسانیت کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے اور ڈیوٹیوں کو ادا کرنے کا اور حسن تدبیر سے بھٹکے ہوئے، احساس زیاں کھوئے ہوئے، اور خود اعتمادی کو ضائع کر چکے لوگوں کو نشانِ منزل بتانے ہی نہیں بلکہ اُنہیں شرمندہ منزل کرنے کا۔ خاص طور سے ایسے وقت میں جب کہ من جملہ دیگر اسباب وعوارض کے عالمی مہلک وبا کووڈ-۱۹ اپنی ہلاکت خیزیوں کے ساتھ پوری ڈھٹائی کے ساتھ کھڑی ہے جس نے بڑے بڑوں کے پتے پانی کر دیے ہیں اور سب کے سب حکومت اور طبی اداروں کی ہدایات کے بموجب مجبوراً لاک ڈاؤن اور کورنٹین کے حصار میں جینے پر مجبور ہیں، دیگر زندہ اور باشعور اقوام وملل کے مقابلے میں بحیثیت خیر امت ہماری ذمہ داریاں مزید بڑھ گئی ہیں کہ ہم حالات کا شکوہ کرنے اور اپنے آپ کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کے بجائے اپنی منصبی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھا کر دوسروں کو بچانے اور اپنے تشخص کی حفاظت کا سامان کریں۔ ”كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ“ (آل عمران: ۱۱۰) ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج دین کے داعیوں اور مبلغوں، مدارس وجامعات کے معلموں، مربیوں اور ذمہ داروں کو مختلف قسم کے مسائل درپیش ہیں اور ان کی راہ میں بہت ساری رکاوٹیں حائل ہیں لیکن اس سب کے باوجود اس لاک ڈاؤن کے زمانہ میں بھی اپنے دین وایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے کے ساتھ ساتھ دوسرے

بھائیوں کو بھی دعوت دین اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلنے کے مواقع فراہم ہوئے ہیں۔ ہم نے باندازہ ہمت اللہ رب العزت کی طرف سے بخشی ہوئی توفیق سے اگر فراغت وفرصت کے ایام میں اپنی تربیت وتزکیہ کے ساتھ ساتھ اذکار وادعیہ کا اہتمام کرنے، اپنے اعمال وکردار کو ایمان ویقین کی کسوٹی پر چڑھا کر نکھارنے اور اس میں جلا بخشنے کی کوشش کی ہے اور اس میں مزید بہتری لانے کی سعی جاری رکھے ہوئے ہیں تو اس کے ساتھ ساتھ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ اپنے گرد وپیش کو بھی دین و اخلاق کی خوشبو سے مہکائیں، اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی حق وباطل کی تمیز سکھائیں اور ان کو ان کا حقیقی مقام ومرتبہ یاد دلائیں۔ اور عام بندگان خدا کو راہِ راست پر لانے اور انہیں پیغام حق وصداقت سنانے کی بھی کوشش کریں۔ ممکن ہے کہ آپ کی ادنیٰ توجہ کسی کی زندگی کی کشت ویران کو ہری کردے، کسی کے دل کی ویرانیاں اور اضمحلال خاطر کو دور کردے، کسی گم کردہ راہ کو راہِ راست پر لے آئے، کسی کو انسانیت نوازی کا خوگر بنادے وغیرہ اور یہ سب آپ کی قوت ارادی اور حسنِ تدبیر سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اب اور زیادہ دیر مت کیجئے اور اٹھ جایئے اس لیے کہ

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے

دعوت وتبلیغ اور حکمت ودانائی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوسکتے۔ ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ'' (النحل: ۱۲۵) ''ہم نے اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو اللہ کی وحی اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے۔ یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔'' ہمیں بس اپنا ہدف متعین کر کے حکمت عملی طے کرنا اور اس پر عمل پیرا ہوجانا ہے۔ خاص طور سے کرونا کے زمانے میں لوگوں کے پاس فارغ اوقات بہت زیادہ ہیں ان کو مختلف ذرائع سے استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔ ان سے بذریعہ ٹیلی فون بات کی جاسکتی ہے۔ فیس بک پر چیٹنگ کی جاسکتی ہے، واٹس ایپ پر نامہ وپیامی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح اسکائپ اور دیگر ذرائع سے آن لائن رابطہ کیا جاسکتا ہے اور ان تک ان کے رب کا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے اور اپنے مواعظ حسنہ سے ان کے قلوب کو گرما کر اور نفرت وکدورتوں کو پگھلا اور مٹا کر مس خام کو کندن بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے صبر وبرداشت کی بھی ضرورت ہے۔ اکثر مصلح وداعی جلد باز واقع ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ایک ہی دن میں سارا اقلیم فتح کرلیں۔ اور یہ ممکن نہیں ہے۔ اس وقت اخلاص واخلاق، پوری لگن اور صبر ومثابرت کے ساتھ اس کام کو انجام دینے اور دعوت نوح علیہ السلام اور اسوہ محمد ﷺ کو حرز جان بنانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے اس جانب توجہ دے دی تو یقین جانئے کہ موانع مواقع میں بدل جائیں گے اور حالات کا رونا رونے کے بجائے اسی میں زندگی محسوس ہونے لگے گی۔

لاک ڈاؤن اور تعطل کے دور میں انسان بیکار اور سست پڑ کر اکتا چکا ہے اور وہ اپنے آپ کو مشغول رکھنے اور دل بہلانے کے لیے طرح طرح کے مشاغل ڈھونڈھتا رہتا ہے۔ مگر اسے کیا پتہ کہ اس کا ہر لمحہ عام دنوں کی مشغولیت کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے۔ اگر اسے اپنی اصلاح، تعلق مع اللہ، حصول علم، حفظ قرآن وحدیث، مطالعہ کتب، درستگی ایمان وعقائد اور غریبوں کی مدد، بیواؤں کی خبر گیری اور مظلوموں کی داد رسی میں گذارا جائے تو یہ بہترین ایام بن سکتے ہیں۔

اس وقت عام شکوہ اسکولوں اور مدرسوں کے بند ہونے کا ہے۔ اور اس عظیم بنیادی نقصان تعلیم وتربیت کا غم سب کو ستا رہا ہے۔ مگر کبھی سوچا آپ نے کہ آپ کو چوبیس گھنٹے اپنے بچوں کے ساتھ رہنے، ان سے محبت کرنے، ان پر جان ومال نچھاور کرنے کے کتنے اچھے چانس ملے ہیں۔؟

ان کی تعلیم وتربیت کے لیے کتنے اچھے مواقع میسر آئے۔ بہتوں نے تو ان فارغ اور خالی اوقات میں اپنے کنبہ اور اہل وعیال کو قرآن کریم حفظ کرادیا۔ کئی کئی اجزاء یاد کرادیئے۔ ان کو دینیات وایمانیات کا ایک اہم نصاب از بر کرادیا اور اس پر عملی مشق کرا کر گھر کا نقشہ ہی بدل دیا اور جگر گوشوں اور نور چشموں کو بفحوائے حدیث رسول گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر تحفہ اور گفٹ تعلیم وتربیت کا عطا کردیا، جو غالبا عام دنوں میں اپنی تجارت وملازمت کی گراں قدر کمائی سے ایسا بیش قیمت ہدیہ و تحفہ دے ہی نہیں سکتے تھے۔ کتنے خوش نصیب ہیں ایسے لوگ اور کتنے خوش قسمت ہیں ایسے اہل وعیال اور اولادجن کو یہ سنہری مواقع حاصل ہوئے۔ جب کہ بہتیرے لوگوں کو فقط اسکول ومدرسہ بند ہوجانے پر مرثیہ کے علاوہ کچھ نہیں آتا اور وہ سال کے ضائع ہونے کا ماتم کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کرپاتے۔ بلکہ غمناک اور لائق صد افسوس امر تو یہ ہے کہ بہترے بچے یہی نہیں کہ تعلیم وتربیت سے محروم ہوگئے بلکہ وہ مزید فساد وبگاڑ کے شکار ہوگئے۔ شب بیداری نے ان کی صحت خراب کردی، ذرائع ابلاغ اور سوشل میڈیا اور موبائل وکمپیوٹر، واٹس ایپ، ویڈیوز وغیرہ نے ان کی دنیا وآخرت کو بگاڑ کر رکھ دیا اور ان کی زندگی کو جہنم زار بنادیا۔ بری صحبتوں نے ان کو اوباش اور مادر پدر آزاد کردیا اور وہ معاشرے کے لیے بوجھ اور مصیبت بن گئے۔ ملک ومعاشرہ کو اس نئی نسل کی تعلیم سے مستقبل میں امیدیں وابستہ تھیں اب وہ سماج کا ناسور بن گئی۔ آہ پھر بھی ہم کو ہوش نہیں۔ ہم نے فقط کورونا کا رونا رو کر اپنا فرض اور قرض ادا کردیا۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

☆☆☆

والدین: ایک عظیم نعمت

خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ
9934671798

محترم قارئین! والدین اللہ تعالی کی عظیم نعمت ہیں۔ یہ نسل انسانی کی کلید ہیں۔ ہمارے وجود کا ظاہری سبب ہیں۔ دنیا میں نہایت قیمتی جوہر ہیں اور عقبی میں دخول جنت کا سبب ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کے دامن میں محبت کی کلیاں کھلتی ہیں۔ ماں کے پاؤں تلے اگر جنت ہے تو باپ جنت کا مڈل دروازہ ہے۔ اس روئے زمین پر والدین سے بڑھ کر کوئی مخلص، محسن، باوفا اور بے لوث محبت کرنے والی ذات نہیں۔ اولاد کی ہر ترقی ان کے لیے ازدیاد مسرت کا باعث ہوتی ہے۔

ماں کی ممتا ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کو ناپا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کی بلندی کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ وہ بھوکی رہ کر اپنے بچوں کو کھلاتی ہے۔ راتوں میں جاگتی اور بچوں کو سلاتی ہے۔ خود گندے اور ٹھنڈے بستر پر سوتی لیکن جگر گوشہ کو گرم اور صاف ستھرے بستر پر سلاتی ہے۔ اس کی معمولی تکلیف آنکھوں کی نیند اور دل کا سکون چھین لیتی ہے۔ مشہور ہے کہ پگلی عورت بھی دوسروں کو نہیں لیکن اپنے بچوں کو ضرور پہچانتی ہے۔

ایک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے ایک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

ماں وہ ہستی ہے جو اپنے بطن نازک میں کھلنے والی کلی کو ایک دو ماہ نہیں بلکہ مسلسل نو (9) ماہ تک خون جگر سے سیراب کرتی ہے اور اس دوران نہ جانے کیسی کیسی تکلیفیں جھیلتی اور کن کن قابل رحم، صبر آزما مراحل سے گزرتی ہے۔ کاش اس کیفیت کی تعبیر کے لئے میرے پاس الفاظ ہوتے۔ پھر ولادت کی وہ کٹھن گھڑیاں اف جب موت سامنے رقصاں ہوتی ہے اور زندگی کا چراغ چراغ سحری کی طرح ٹمٹماتا رہتا ہے۔

باپ ایک ایسی چھاؤں ہے اگر یہ سر سے ہٹ جائے تو اولاد صحرا کی تپتی ریت کی طرح سلگنے لگتی ہے۔ یہ ایسا سایہ دار شجر مقدس محافظ و نگراں ہے جو ساری زندگی اولاد کی نگرانی کرتا ہے، زمانے کے نشیب و فراز کو سمجھاتا اور جینے کا سلیقہ عطا کرتا ہے۔ یہ ایسا مخلص انسان ہے جو اپنے بچوں کی کتاب زندگی کے ہر باب کو درخشاں بنانے اور اسے معاشرے میں عزت و وقار کی منزل پر پہنچانے میں اپنی زندگی نچوڑ کر رکھ دیتا ہے۔

اگر اللہ تعالی نے آپ کو اس نعمت سے سرفراز کیا ہے کہ آپ کے والدین بقید حیات ہیں تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اس نعمت کی قدر کریں، ان کا حد درجہ ادب و احترام کریں، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، ان کی نافرمانی سے بچیں۔ جو لوگ آج اس نعمت سے محروم ہیں والدین کی یاد میں ان کے دل اداس ہیں، آنکھیں اشکبار ہیں، دیدار کے لیے وہ تڑپ رہے ہیں، آنکھیں ترس رہی ہیں، محرومی قسمت پر ماتم کناں ہیں۔

آپ جس دین کے پیروکار ہیں اس نے دنیائے اقوام و مذاہب میں سب سے زیادہ حقوق والدین اور عظمت والدین کا پاس و لحاظ رکھا ہے اور اس سلسلے میں ادنی کوتاہی و غفلت کو گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے جہاں اپنی عبادت و اطاعت اور احسان و شکرگزاری کا حکم دیا ہے وہاں اس کے فورا بعد "برالوالدین" یعنی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اور جہاں شرک سے منع کیا ہے وہاں اس کے بعد ہی "عقوق الوالدین "یعنی والدین کی نافرمانی سے منع کیا ہے۔

کتاب و سنت کا یہ انداز والدین کی اہمیت و عظمت اور مقام بلند کے اظہار کے لیے کافی ہے۔ ارشاد باری ہے "وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا (بنی اسرائیل:23)" اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو'۔

دوسری جگہ فرمایا: قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ اَلَّا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا (الانعام:151)" آپ کہیے آؤ میں پڑھ کر سناؤں وہ چیزیں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کردی ہیں، وہ یہ ہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔

اَنِ اشۡکُرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیۡکَ (لقمان:14)" تو میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجالا"

اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ألا أنبئکم باکبر الکبائر کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کے متعلق نہ بتاؤں آپ نے تین مرتبہ پوچھا صحابہ نے کہا کیوں نہیں اللہ کے رسول نے اس کے بعد فرمایا: الاشراك بالله و عقوق الوالدين "(بخاری)" اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا"۔

اگر والدین مسلمان نہیں ہیں، کافر ہیں، منافق ہیں پھر بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا ہے البتہ اگر وہ شرک کرنے پر مجبور کریں تو ان کی بات نہیں ماننی ہے: وَاِنۡ جَاہَدٰکَ عَلٰۤی اَنۡ تُشۡرِکَ بِیۡ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ ۙ فَلَا تُطِعۡہُمَا وَ صَاحِبۡہُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا (لقمان:15)" اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان اور

دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کر۔‘‘

رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدتمیزی کی، اپنے آپ کو معزز سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو ذلیل تصور کیا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ (منافقون:8) "اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو زیادہ عزت والا وہاں سے زیادہ ذلت والے کو نکال دے گا" اس کی خبر جب بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر آپ کا حکم ہو تو اس کا سر قلم کرکے حاضر کردوں۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا "لا ولكن براباك واحسن صحبته (طبرانی: 1/177) ’’نہیں ایسا مت کرو، اپنے والد کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ‘‘۔

یہ ہے اسلام کا عظیم کردار اور اس کی نگاہ میں والدین کا بڑا احترام۔ والدین کی عزت وخدمت سے متعلق اسلام میں کفر واسلام کی کوئی تفریق نہیں۔

آج ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ جو خرابی و بیماری پیدا ہو رہی ہے وہ بوڑھے والدین کے تئیں نوجوانوں کی لاپرواہی وغفلت اور ان کے حقوق کی پامالیاں ہیں، باپ بیٹے کے درمیان بڑھتی دوریاں ہیں۔ ہر باپ اپنے بیٹے کی نافرمانی کی شکایت کر رہا ہے اور جوان اپنے بوڑھے باپ کو خبطی، پاگل کہہ رہا ہے۔ جس والدین نے لاڈ و پیار سے آٹھ، دس بچوں کو پالا پوسا، علم کی راہ پر لگایا، انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیا لیکن وہ سب مل کر دو بوڑھے کی خدمت نہیں کرتے، بوجھ تصور کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ کیا میرے بال بچے نہیں ہیں؟ کیا مجھے اور کام نہیں ہے؟ ایسے نافرمانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ زمانے کے مشاہدات وتجربات گواہ ہیں کہ آپ جیسا سلوک اپنے والدین کے ساتھ کریں گے، آپ کی اولاد اسی طرح کا سلوک آپ کے ساتھ کرے گی۔

اور یہ بھی ایک سچی حقیقت ہے کہ دنیا میں نافرمان کو عزت نہیں ملتی، چاہے اس کی گردن جتنی موٹی ہو اور وہ جیسا بھی فہیم وذکی کیوں نہ ہو اسے اس دنیا میں نافرمانی کی سزا بھگتنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے كل الذنوب يؤخر الله ما شاء منها يوم القيامة الا عقوق الوالدين (حاکم: 5/7345) ’’اللہ تعالیٰ ہر گناہ کی سزا قیامت کے دن پر ٹال سکتا ہے لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا اسی دنیا میں دے گا‘‘۔

والدین کی نافرمانی کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا، پوچھے گئے کس شخص کی ناک اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا من ادرك والديه أو احدهما فی الكبر ولم يدخل الجنة (مسلم، کتاب البر والصلة) "جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا، پھر ان کی خدمت کرکے جنت میں داخل نہیں ہوا"۔

واضح رہے کہ اگر والدین وفات پا چکے ہوں تو ان کا حق یہ ہے کہ ان کے لیے دعائے خیر کریں وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل: 24) اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ یہ انبیاء کرام کا اُسوہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا (نوح: 28)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعاء مانگی "رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ" (ابراہیم: 41) ’’اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے‘‘۔

اور ان کے دوستوں کی عزت کریں۔ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابر البر أن يصل الرجل ودأبيه (مسلم، کتاب البر والصلة: 2552) "بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے احباب کے ساتھ حسن سلوک کرے"۔

یاد رکھیں! والدین کی اطاعت وفرمانبرداری، تعظیم وتوقیر اور حسن سلوک کے بڑے فائدے ہیں اس کے بدلے میں۔

1) اللہ تعالیٰ دنیا کے آلام ومصائب سے نجات دیتا ہے۔ حدیث الغار دیکھیں کہ کس طرح سے بنی اسرائیل کے تین اشخاص کے لئے غار کا منہ کھلا اور وہ باہر نکل گئے۔

(2) ایسے لوگوں کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے مستجاب الدعوات بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے اویس قرنی سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا ’’له والدة هو بها بر لو أقسم على الله لأبيه فان استطعت أن يستغفرلك فافعل ‘‘(مسلم، باب من فضائل اویس القرنی: 2542) "ان کے پاس ماں ہیں جن کی وہ خدمت کرتے ہیں۔ اللہ نے ان کو یہ مقام دیا ہے کہ وہ جو بھی دعا مانگتے ہیں اللہ قبول کر لیتا ہے۔ اگر ممکن ہو کہ وہ آپ کے لیے دعا کر سکیں تو آپ ان سے دعا کرائیں۔

(3) اللہ تعالیٰ لمبی عمر اور رزق میں کشادگی عطا فرماتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے من أحب أن يمدله فی عمره وأن يزاد له فی رزقه فليبر والديه وليصل رحمه (مسند احمد: 21/13401) "جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر لمبی کر دی جائے اور اس کی روزی بڑھا دی جائے تو وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے اور اپنے رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی (حسن سلوک) کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خدمت والدین سے دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔ دونوں ہاتھ میں لڈو۔

آیئے ہم عہد کریں کہ اپنے بوڑھے والدین کے سامنے رحمت وشفقت کی گویا تصویر بن جائیں گے، اُلفت ومحبت کے ساتھ انھیں راضی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے اور ان کی نیک دعاؤں سے اپنی دنیا وآخرت کو سجالیں گے۔ وباللہ التوفیق

بھوک و پیاس کی تکلیف اور ہماری ذمہ داریاں

ابو مصلح الکریمی

بلاشبہ انسان معاشرت پسند واقع ہوا ہے۔ معاشرتی زندگی میں ایک انسان مختلف چیلنجیز اور احوال وکوائف سے گزرتا ہے۔ کبھی زندگی میں خوشیوں بھرے لمحات ہوتے ہیں تو زندگی کبھی غم والم سے دوچار ہو جاتی ہے۔ ہمارے پاس پڑوس میں آباد لوگ بھی مختلف احوال وکوائف سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان حالات میں ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اردگرد موجود لوگوں کا حتی الوسع خیال رکھے، انہیں مدد پہنچائے اور یہ کوشش کرے کہ کوئی بھی انسان اس کے پڑوس میں بھوکا نہ سونے پائے۔ سماج و معاشرہ میں اگر کچھ لوگ لاچار، تنگ دست محتاج، غریب، مسکین اور قلاش ہیں تو امیروں پر ضروری قرار پاتا ہے کہ ان کے دکھ درد میں شریک ہوں، ان کا خیال رکھیں، ان کے کھانے پینے کا سامان مہیا کریں اور ان کی مدد کے لئے دست تعاون دراز کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جو پریشان حال لوگوں اور محتاجوں کے لئے کھانے پینے کی اشیاء فراہم کرتے ہیں یا ان کی فراہمی کا سبب بنتے ہیں، انہیں **اصحاب المیمنہ** یعنی داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والا یعنی خوش بخت بتایا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کے اندر فرمایا ہے:

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَآ اَدْرٰئكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَّتِیْمًا ذَامَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ (سورۃ البلد/۱۱-۱۸) ”سو اس سے نہ ہو سکا کہ گھاٹی میں داخل ہوتا اور کیا سمجھا کہ گھاٹی ہے کیا؟ کسی گردن (غلام لونڈی) کو آزاد کرنا یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتے دار یتیم کو یا خاکسار مسکین کو۔ پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں دائیں بازو والے (خوش بختی والے)“۔

اللہ رب العزت نے مسکینوں، لاچاروں، یتیموں، قلاشوں اور مجبوروں کو کھانا کھلانے کو نیکوکاروں اور ابرار کا شیوہ قرار دیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِیْرًا (سورۃ الانسان/۵-۱۲)

”بے شک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے۔ جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے (جدھر چاہیں گے)۔ جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔ ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں، نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری۔ بے شک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی اور سختی والا ہوگا۔ پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی اور انہیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے۔“

بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا انتہائی عظیم، بے حد عمدہ اور حد درجہ نیک کام ہے یہی وجہ ہے کہ احادیث مبارکہ کے ذخیرے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بجا اس نیک عمل پر مسلمانوں کو ابھارا ہے اور اس کو دخول جنت کا سبب قرار دیا ہے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ نے فرمایا: ”...غلام کو آزاد کرو یا اس کی آزادی میں تعاون کرو۔ اس بدوی نے پوچھا: کیا یہ دونوں ایک ہی عمل نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ عتق نسمہ کا مطلب ہے کہ تن تنہا غلام آزاد کرو اور فک رقبہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی قیمت کی ادائیگی میں معاونت کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: ”....اگر تمہارے اندر اس کی سکت نہ ہو تو بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور پیاسے کو پانی پلاؤ۔ (مسند احمد ۴/۲۹۹، شیخ البانی نے مشکوۃ المصابیح کی تخریج حدیث نمبر/۳۳۸۴ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ اس وقت اس کی شکل یہ ہے کہ لوگوں کو قرضے سے آزاد کرکے ان کو سبک دوش کر دیا جائے۔

یقیناً انسانیت تو یہی ہے کہ انسان اپنے پاس پڑوس اور سماج و معاشرے میں موجود غریبوں کی خبر گیری کرے اور یہ کوشش کرے کہ کوئی بھی انسان بھوکا نہ سونے پائے کیونکہ اگر آپ کسی گداگر اور غریب انسان کی شکم سیری کا سبب بنتے ہیں اور اس

کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو حد درجہ پسندیدہ قرار دیا ہے۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ کے نزدیک سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ آپ کسی مسلمان کے لئے خوشی کا سبب فراہم کرسکیں، اس سے کوئی مصیبت دور کرسکیں، اس کے قرض کو ادا کردیں یا اس سے بھوک کو بھگادیں''۔(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲/۴۵۳، شیخ البانی نے اسے صحیح الترغیب والترھیب/955 میں صحیح قرار دیا ہے۔)

سابقہ قرآنی نصوص اور احادیث مبارکہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کسی بھوکے انسان کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، غریب ومسکین کو مدد فراہم کرنا اور ان کی شکم سیری کا سبب بننا اور مقروض کے قرض کو ادا کرنا کتنا عظیم عمل ہے کہ اس پر اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سب سے بہتر عمل قرار دیا ہے اور اس کارخیر کے پابند انسان کو جنت کی بشارت دی ہے۔

اس کارخیر کی اگر ہم پابندی کرتے ہیں تو ہم گوناگوں فضائل وفوائد اور اجر وثواب سے محظوظ ہوتے ہیں لیکن اگر ہم غریبوں، محتاجوں اور حاجت مندوں کی دادرسی نہیں کرتے اور مشکل اوقات میں ان کے کام نہیں آتے اور ایک وقت ان کے لئے روٹی فراہم نہیں کرتے تو ہمیں اس امر سے آگاہ رہنا چاہئے کہ کتاب وسنت میں ایسے لوگوں کے لئے سخت وعیدیں وارد ہیں۔

اگر ہم نے استطاعت کے باوجود بھی کسی بھوکے کو کھانا نہیں کھلایا ہوگا تو ہماری اس کوتاہی کے بارے رب تعالیٰ ہم سے بروز قیامت باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ہماری سرزنش فرمائے گا۔ چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کہے گا:''اے میرے بندے! میں بیمار ہوا لیکن تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ بندہ کہے گا: میں کیوں کر بھلا تیری بیمار پرسی کرتا جبکہ تو دونوں جہاں کا پالنہار ہے۔اللہ کہے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔اے میرے بندے! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ بندہ کہے گا: پروردگار! میں کیوں کر بھلا تجھے کھلاتا، تم تو دونوں جہاں کے پالنہار ہو۔اللہ کہے گا: کیا تجھے نہیں پتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا۔کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تم اسے کھانا کھلاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔''(صحیح مسلم/2569)

یہ شکایت وسرزنش اور باز پرس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی کہ اس کا ایک بندہ بھوکا رہا اور دوسرے نے آسودہ حال ہونے کے بعد بھی اس کی خبر نہیں لی اور اس کے احوال دریافت نہیں کیے، اگر ایسا ہے تو اس کے مومن ہونے کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انسان کے کمال ایمان کی نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود تو بھر پیٹ کھا کر آسودہ ہوکر رہتا ہے لیکن اس کے بغل میں اس کا پڑوسی بھوکا رہتا ہے''۔(مستدرک حاکم، اسے شیخ البانی نے صحیح الادب المفرد میں صحیح قرار دیا ہے۔)

اگر آپ کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی ہے۔ پھر بھی آپ ضرورت مندوں اور مسافروں کو اس سے محروم رکھتے ہیں تو آپ کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو ہم کلام ہوگا، نہ انہیں قیامت کے روز دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ان میں ایک انسان وہ ہوگا جس کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی ہوگا اور اس سے وہ مسافروں کو روکتا ہوگا تو اللہ رب العزت قیامت کے روز اس سے کہے گا کہ آج کے روز میں اپنے فضل واحسان تجھ سے بعینہ اسی طرح روک لوں گا جیسا کہ تم نے اپنی اضافی چیز کو روک لیا تھا جس کے حصول میں تمہارے ہاتھوں کا کوئی دخل نہیں تھا۔''(صحیح بخاری/7446، صحیح مسلم/173)

شریعت اسلامیہ نے عمومی حالات میں بھی کسی کو کھانا کھلانے کو انتہائی مستحسن عمل اور کارخیر قرار دیا ہے۔ اس تعلق سے قرآن وحدیث کے اندر مختلف فضائل وارد ہیں۔عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض پرداز ہوا کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا:''کھانا کھلاؤ اور سب کو سلام کرو جسے جانتے ہو اسے بھی اور جسے نہیں جانتے ہو اسے بھی''۔(صحیح بخاری/۱۲، ۲۸، ۶۲۳۶، صحیح مسلم/۳۹)

کسی کو کھانا کھلانا اور اس کی بھوک مٹانا اس قدر نیکی کا کام ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں ایسے شخص کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے اور فرمایا ہے:''جنت میں کچھ ایسے بالاخانے ہیں جن کے اندرون سے باہری حصہ اور باہر سے اندرون کا حصہ دکھائی دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو کھانا کھلاتے ہیں، نرم گفتاری کرتے ہیں، پیہم روزے رکھتے ہیں اور جب لوگ سو رہے ہوتے ہیں تو وہ راتوں میں نماز پڑھتے ہیں''۔(مسند احمد ۵/۳۴۳، شعب الایمان للبیہقی/3892، شیخ البانی نے صحیح الجامع میں اسے شواہد کی بنیاد پر حسن قرار دیا ہے۔)

یہی نہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود ان عمدہ خصائل اور بہتر صفات سے متصف تھے کہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ رب العزت کبھی بھی آپ کو رسوا نہیں کرسکتا ہے کیونکہ آپ رشتے ناطے کو جوڑتے ہیں، راست باز ہیں، بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں، غریبوں کو نوازتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور امور حق پر تعاون فرماتے ہیں۔(صحیح بخاری/۳، صحیح مسلم/۱۶۰)

صہیب رومی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو کھانا کھلاتے ہیں"۔(مسند احمد ۶/۱۶، شیخ البانی نے سلسلہ صحیحہ/۴۴ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

پڑوس میں آباد لوگوں کا خیال رکھنا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور بنیادی اسباب زندگی نہ ہونے پر ان کی شکم سیری کا سبب بننا نہایت ہی افضل عمل ہے۔یہی وجہ ہے کہ رسول کائنات جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اس بات کا خیال رکھا کرتے تھے کہ آپ کے صحابہ کرام میں کوئی بھوکا نہ رہ پائے۔آپ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر غور فرمائیں کہ وہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم سے کسی آیت کریمہ کی تفسیر دریافت کرتے ہیں۔یہ دونوں عظیم المرتبت صحابہ کرام ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی منشاء و مراد شدت بھوک کو نہیں سمجھ پاتے اور یہ دونوں بزرگ ہستی آیت کریمہ کا مطلب بتا کر بڑھ جاتے ہیں۔اسی دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی پژمردگی دیکھ کر پہچان لیتے ہیں کہ یہ بھوک اور پیاس کی شدت کے مارے ہوئے ہیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے ہمراہ گھر تشریف لاتے ہیں اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ کھانے کے لئے کچھ ہو تو پیش کریں۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ کھانے کی کوئی چیز تو نہیں البتہ تھوڑا سا دودھ ہے جسے فلاں خاتون نے آپ کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی قدر دودھ میں پورے اصحاب صفہ والوں کی ضیافت فرماتے ہیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی آسودہ کرتے ہیں۔(صحیح بخاری/6452)

یہ تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ۔اس کے علاوہ آپ نے مختلف احادیث میں صحابہ کرام کو بھی اس بات کی تاکید کی ہے کہ وہ سماج و معاشرہ میں موجود غرباء و مساکین کا خیال رکھیں اور خصوصاً پڑوسیوں کی خبر گیری کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں وہ فاقہ کشی کے شکار ہوں اور آپ آسودہ حال ہو کر زندگی بسر کر رہے ہوں۔ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک موقع سے نصیحت کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:"جب تم سالن بناؤ تو شوربہ زیادہ کرلیا کرو اور اپنے پڑوسی کی خبر رکھا کرو"۔(صحیح مسلم/2625)

آج جبکہ ہر محصور اور مجبور اپنی روزی روٹی کمانے سے دور اور فاقہ مست مزدور ہو چکا ہے اور جسے نان شبینہ کے لالے پڑے ہوئے ہیں،ان کی ہر طرح مدد کرنا جہاں عظیم کام ہے وہیں اس سے کوتاہی برتنا دینی،قومی،ملی اور وطنی اور انسانی گناہ ہے جس کا نہ کوئی کفارہ ہے،نہ مداوا،اگر یہ وقت گزر گیا تو اس کے دنیوی و اخروی نتائج بھیانک ہیں۔

صحابہ کرام کی مقدس جماعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت پروان چڑھی تھی۔اس وجہ سے آپ کو صحابہ کرام کی زندگی میں ایثار و قربانی اور خود بھوکے رہ کر غرباء و مساکین کو کھانا کھلانے کے ایسے انمول قصے ملتے ہیں کہ موجودہ وقت کی مادی ذہنیت اسے تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔آپ تصور کیجئے کہ ایک مہمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔آپ کے پاس اسے کھلانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ اسے کون اپنا مہمان بنا سکتا ہے؟ایک انصاری کھڑے ہوتے ہیں اور اس مہمان کو اپنے ہمراہ لے جاتے ہیں۔جب گھر پہنچتے ہیں اور اپنی اہلیہ سے دریافت کرتے ہیں کہ کھانے کے لئے کیا کچھ ہے؟اہلیہ بتاتی ہیں کہ گھر میں بچوں کے کھانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔میاں بیوی میں اتفاق پاتا ہے کہ بچوں کو آج بھوکے سلا دیں گے اور مہمان جب کھانے بیٹھیں گے تو چراغ گل کردیں گے۔چنانچہ یونہی ہوا۔مہمان نے اندھیرے میں شکم سیر ہو کر رات گزاری۔جب مہمان اور میزبان صبح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچے تو رب کائنات نے میزبان میاں بیوی کی ادا سے خوش ہو کر ان کے اس عمل کو قرآن مجید میں محفوظ فرمادیا اور آیت کریمہ "وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں،اگرچہ وہ ضرورت مند ہوتے ہیں"۔(صحیح بخاری/4889 وصحیح مسلم/2054، ملاحظہ ہو: تفسیر ابن کثیر ۴/۳۳۸، أسباب النزول للواحدی ص/192)،نازل فرمایا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی یاد کیجئے۔غزوہ احزاب میں دشمنوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بعد طے پایا کہ مدینہ کے تین طرف خندق کھودا جائے۔چنانچہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ بنفس نفیس خندق کھودنے میں مصروف عمل ہیں اور بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں۔اس کا پتا جیسے ہی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو چلتا ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر تشریف لے جاتے ہیں اور بکری ذبح کرتے ہیں۔پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو کھانے پر بلاتے ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودنے میں مصروف تمام صحابہ کرام کو دعوت پر چلنے کا حکم دیتے ہیں جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہوتی ہے اور سبھی کو اس کھانے سے کھلاتے ہیں اور سبھی شکم سیر ہو جاتے ہیں حتی کہ شکم سیری کا اثر ان کے انگشت کے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگتا ہے۔(صحیح بخاری/4101،صحیح مسلم/5436)

اخیر میں چلتے چلتے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تعلق سے بیان کردیا جائے کہ وہ اس نیک عمل کی کس درجہ پابندی کیا کرتے تھے اور انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق کا خطاب کیوں کر عطا کیا تھا کہ وہ ایک ہی دن میں بڑے بڑے خیر و بھلائی اور نیکی و اچھائی کے کام انجام دیا کرتے تھے اور ان کاموں میں غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلانا بھی ہوتا تھا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے مطابق ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تم میں سے آج

روزے سے کون ہے؟ صدیق اکبر نے کہا: میں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم میں سے کس نے آج جنازے میں شرکت کی ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: میں۔ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا: تم میں سے آج کس نے کھانا کھلایا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید پوچھا: تم میں سے کس نے آج مریض کی عیادت کی ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے۔ یہ جواب سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بول پڑے: ”جب یہ سبھی خصلتیں انسان کے اندر جمع ہوجائیں گی تو وہ بالضرور جنت میں داخل ہوگا“۔ (صحیح مسلم/1028)

یہ اور اس جیسے ہمارے اسلاف کرام کے ہزارہا واقعات جو معتبر اور مستند تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں، ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے اس کار خیر کو نہ صرف اپنی عملی زندگی میں برت کر دکھا دیا بلکہ حاجت مندوں، فقیروں، مسکینوں اور یتیموں اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کو اپنا وطیرہ بنایا اور انہیں معلوم تھا کہ یہ ایک مستحسن اور نہایت ہی مبارک عمل ہے اور بسا اوقات فرض ہے۔ اگر ہم محتاجوں پر خرچ کریں گے، انہیں کھانا کھلائیں گے اور ان کی ضرورتوں کا خیال رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے طفیل ہمیں رزق عطا فرمائے گا اور فرشتے ہمارے لئے دعائیں کریں گے: ”یہ شخص جو کچھ خرچ کر رہا ہے اس کا بدل عطا فرما، اس کے برعکس اگر ہم اللہ کے عطا کردہ مال میں کسی پر خرچ نہیں کریں گے اور اس کو سینت سینت کر رکھیں گے اور شح نفس اور بخل کا شکار رہیں گے تو فرشتے بھی ہمارے لئے بددعائیں کریں گے کہ ”یہ خرچ نہیں کرتا تو اے اللہ تو اس سے اپنی نعمتوں کو چھین لے“۔ (صحیح بخاری/3936، صحیح مسلم/1628)

یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے: ”تمہارے کمزوروں کی وجہ سے تمہاری مدد و نصرت کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تم کو روزی دی جاتی ہے“۔ اور دوسری روایت میں ہے: ”اپنے کمزوروں اور حاجت مندوں میں مجھے ڈھونڈھا کرو“۔

موجودہ وقت ہمارے لئے آزمائش و عذاب اور تنبیہ کا وقت ہے۔ کورونا وائرس کا ہے، تالابندی کا ہے، بھوک مری کا ہے، ایسے میں اس بحران اور مصیبت کو دور کرنا سب کا فرض ہے۔ ورنہ معاملہ کنٹرول سے باہر جاسکتا ہے اور لاکھوں انسان بھوک کا شدت سے شکار ہوکر بہت سے مسائل کھڑے کرسکتے ہیں۔ لہٰذا، ایسے نازک حالات پر قابو پانے، اپنے رب کو راضی کرنے اور قوم و انسانیت کو اس سنگین بحران اور مصیبت سے نکالنے کے لئے حرکت و عمل اور تعاون و امداد کا کام تیزی سے شروع کردیں اور اپنے آپ کو ہر طرح کی شرعی، طبی اور انتظامی ہدایات و احکامات کی روشنی میں قابو اور کنٹرول میں رکھیں اور دوسروں کو بھی حسب حیثیت رکھوائیں۔ خدا خیر کرے۔

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اور خوشخبری و اپیل اور ہر طرح کے تعاون کا انتظار

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں الحمد للہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے اور چوتھی منزل کی تعمیر کا کام شروع ہوکر رواں دواں ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے فضل و توفیق کے بعد محسنین جماعت و جمعیت کی سخاوت و فیاضی کے مرہون منت ہے۔ مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ و مسلسل اعلان کریں۔ اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کرکے مشکور و ماجور ہوں اور سردست وفد کا انتظار نہ کرکے جو کچھ تعاون ہوسکے صدقۂ جاریہ کے طور پر ضرور ارسال فرمائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

زمین میں فساد و بگاڑ کی شکلیں

تحریر: شیخ رائد حزیمی

ترجمہ: عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ“ (البقرۃ:۳۰) ترجمہ: ”اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں، تو انہوں نے کہا ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے؟“

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں فرشتوں کو انسانوں کی تخلیق سے اس وجہ سے تشویش اور اندیشہ ہوا تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انسانوں کا وجود عمل میں آیا تو وہ فساد و بگاڑ پھیلائیں گے اور قتل و خونریزی برپا کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خونریزی سے منع کرنے، لوگوں کی اصلاح کی خاطر فساد سے روکنے اور مخلوق پر اپنی حجت قائم کرنے کی غرض سے رسولوں کو بھیجا تاکہ کوئی یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ ”لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِکَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰی“ (طٰہٰ:۱۳۴) ترجمہ: تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے۔“

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اور ان کی سچائی، نبوت کی صداقت اور ان کے طریقے کی صحت پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور دین و دنیا سے متعلق بھلائی کے کاموں کی جانب لوگوں کی رہنمائی فرما کر اس عذر کی پہلے ہی جڑ کاٹ ڈالی۔ انسانوں کو کتنی بھی عقل و شعور، سوجھ بوجھ کیوں نہ مل جائے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ پوری امت کی اصلاح کا کام منظّم انداز میں کما حقہ انجام دے سکیں اور ہر حقدار کا حق اس تک پہنچا سکیں۔

اللہ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو دیکھئے جنہوں نے اپنی قوم سے کہا: فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ. وَلَا تُطِیْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِیْنَ. الَّذِیْنَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ (الشعراء:۱۵۰-۱۵۲) ترجمہ: ”پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے باک حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت سے باز آجاؤ جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔“ اسی طرح فرمایا: فَاذْکُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (الاعراف:۷۴) ترجمہ: سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔“ حضرت شعیب علیہ السلام کو دیکھئے وہ فرماتے ہیں: اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (العنکبوت:۳۶) ترجمہ: ”اللہ کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔“ انہوں نے ہی اپنی قوم سے فرمایا: فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (الاعراف:۸۵) ترجمہ: پس تم ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے مت دو اور روئے زمین میں، اس کے بعد کہ اس کی درستی کر دی گئی، فساد مت پھیلاؤ۔“ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا: ”کُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ“ (البقرۃ:۶۰) ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔“ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ بھی فرمایا: وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (الاعراف:۱۴۲) ترجمہ: ”اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ میرے بعد ان کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا وَاَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْکَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِی الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ“ (القصص:۷۷) ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، یقین مان کہ اللہ فساد کرنے والوں کو ناپسند رکھتا ہے۔“

فساد کی قسمیں: زمین میں فساد کی مختلف صورتیں اور شکلیں ہیں جن میں سب سے خطرناک فساد اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ اس کے علاوہ کجروی کی نشر و اشاعت اور نوجوانوں کو ان کے دین و مذہب سے دور کر دینا نیز مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایسے شکوک و شبہات پیدا کرنا جن سے نوجوان اپنے دین و عقیدے کے بارے میں ہی شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں۔

بدعتوں کی نشر و اشاعت: زمین میں فساد پھیلانے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ بدعتوں کو رواج دیا جائے اور بدعتیوں کو گمراہی و کجروی اور بدعقیدگی

پھیلانے کا موقع دیا جائے۔ بدعت ایک بدترین برائی ہے کیونکہ اس سے گمراہی، حق وصواب سے دوری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت لازم آتی ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد۔ (بخاری ومسلم) اسی طرح بدعتیں اللہ تعالیٰ سے دور اور شیطان سے قریب کرتی ہیں۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور اعمال کو ضائع کردیتی ہیں۔ شیطان کو سب سے زیادہ خوشی بدعتی سے ہوتی ہے کیونکہ بدعتی غلطی پر ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے چنانچہ اس کی اصلاح کی امید ہی نہیں کی جاسکتی۔ بدعت بدعتی پر الٹی ماردی جاتی ہے کیونکہ بدعت ایجاد کرنے کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اس امت کے لئے مکمل ہی نہیں کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی وہ باتیں امت تک پہنچائی ہی نہیں جن پر عمل کر کے ایک مسلمان اپنے رب کا مقرب بندہ بن سکتا ہے۔ بتایئے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور کی شریعت پر اس سے بھی بڑا کوئی اعتراض ومخالفت اور نبی اور اس کی شریعت پر الزام و بہتان ہوسکتا ہے؟ اس سے تو یہ تہمت لازم آئے گی کہ رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم نے امت سے حق کو چھپایا اور پیغام الٰہی کی تبلیغ میں خیانت کا ارتکاب کیا۔

برائیوں کا فروغ: زمین میں بگاڑ پیدا کرنے کی ایک صورت برائیوں کا پھیلانا، ان کی دعوت دینا اور انہیں خوبصورت بنا کر پیش کرنا بھی ہے جن میں منشیات کا استعمال، بے پردگی کا فروغ، سود، دھوکا دہی، رشوت، عوامی جائدادوں پر قبضہ، شوسل میڈیا پر فحاشی کا رواج، حرام کاری کے لیے آسانیوں وسہولیات کی فراہمی سب شامل ہیں۔ یہ ساری مصیبتیں عام ہوتی جارہی ہیں اور برائیوں کی اس قدر کثرت ہورہی ہے کہ اکثر لوگ انہیں معیوب ہی نہیں سمجھتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جب برائی کے لوگ عادی ہوجاتے ہیں تو برائی بڑی آسان لگنے لگتی ہے۔ پھر وہ نہ دلوں پر شاق گزرتی ہے اور جو اسے جانتا تک نہ تھا اسے بھی اچھی لگنے لگتی ہے۔ وہ اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کرتا ہے، چھوٹے سیکھتے اور بڑے اس میں مدد کرتے ہیں۔

حکمرانوں کا عدم احترام: فساد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ حکمرانوں کے ادب واحترام کی ثقافت اور ملک کے قانون ودستور کی ہیبت ختم ہوجائے۔ یہ بہت بڑا فساد وبگاڑ ہے کیونکہ مسلم حکمرانوں کی اطاعت وفرماں برداری شرعی عقیدہ ہے جسے بندہ اپنے رب کی خوشنودی سمجھ کر کرتا ہے۔ لہٰذا حاکم یا منتظم اگر اسے کوئی حکم دے یا کسی کام سے روکے تو اس کی فرمانبرداری ضروری ہوتی ہے الا یہ کہ وہ کسی ایسے کام کے لیے کہے جس سے رب کی نافرمانی لازم آتی ہو۔ ولی امر، علماء یا حکمراں ہوتے ہیں جن کی اطاعت میں دینی ودنیاوی مصلحت اور مخالفت سے دین ودنیا کا فساد وبگاڑ لازم آتا ہے۔

کسی کوناحق قتل کرنا: زمین میں سب سے بڑے فساد کی قسموں میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی کسی کو ناحق قتل کرے۔ براہ راست قتل کے علاوہ گاڑی چلانے میں لاپرواہی کرنا اور رعونت برتنا بھی قتل میں شمار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (النساء:۹۳) ترجمہ: ''اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کرڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔'' دوسری جگہ فرمایا: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ (المائدۃ:۳۲) ترجمہ: ''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کردیا، اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے، اس نے گویا تمام لوگوں کو زندہ کردیا اور ان کے پاس ہمارے بہت سے رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں کے اکثر لوگ زمین میں ظلم وزیادتی اور زبردستی کرنے والے ہی رہے۔''

امام ابن حجر ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل، ظالمانہ قتل کے معاملے کی سنگینی بیان کرنے کے لیے قرار دیا گیا ہے یعنی جس طرح پوری انسانیت کو قتل کردینا ہر شخص کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے اسی طرح ایک جان کا قتل کرنا بھی ہے۔

امن وامان میں خلل ڈالنا: زمین میں فساد وبگاڑ کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ امن وامان کی صورت حال سے چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ حکومت وانتظامیہ کی سب سے پہلی ترجیح بھی یہی ہوتی ہے کہ ملک میں امن وامان برقرار رہے باقی دیگر امور کے بارے میں بعد میں سوچا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھئے کہ انہوں نے شہر مکہ کے لیے امن وامان کی بحالی کی خصوصی دعا فرمائی اور کہا: رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵) ترجمہ: ''اے میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنادے، اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔'' دوسری آیت میں ہے: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ (البقرۃ:۱۲۶) ترجمہ: جب ابراہیم نے کہا: اے پروردگار! تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو پھلوں کی روزیاں دے۔''

مصلح اور مفسد: اصلاح کرنے والے اور فساد وبگاڑ پھیلانے والے لوگ نہ تو دنیا میں برابر ہوسکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَمْ

نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ (ص:۲۸) ترجمہ: کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے برابر کردیں گے جو (ہمیشہ) زمین میں فساد مچاتے رہے، یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کردیں گے؟'' کبھی برابر ہو ہی نہیں سکتے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: وَالَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعۡنَةُ وَلَهُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ (الرعد:۲۵) ترجمہ: اور جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لیے لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے۔''

آخرت میں فسادیوں کو دوگنا عذاب ہوگا کیونکہ ان کے فساد سے ان کو تو نقصان ہوا ہی، دوسرے بھی ان کے بگاڑ سے محفوظ نہ رہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ زِدۡنٰهُمۡ عَذَابًا فَوۡقَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يُفۡسِدُوۡنَ (النحل:۸۸) ترجمہ: ''جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے، یہ بدلہ ہوگا ان کی فتنہ پردازیوں کا۔'' ان کو دونوں جہانوں میں خسارہ وگھاٹا ہوگا کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گھاٹا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! دوسری جگہ فرمایا: الَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ (البقرۃ:۲۷) ترجمہ: جو لوگ اللہ کے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

فساد وبگاڑ کے اثرات: فساد وبگاڑ کی کوئی حد اور لمٹ نہیں ہے۔ اگر فسادیوں کے مرضی سے سارے کام انجام پانے لگیں تو ساری دنیا فساد وبگاڑ کی آماجگاہ بن جائے گی اور کہیں بھی، کسی کو بھی امن وچین نصیب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ وَمَنۡ فِيۡهِنَّ (المؤمنون:۷۱) ترجمہ: اگر حق ہی ان کی خواہشوں کا پیرو ہوجائے تو زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز درہم برہم ہوجائے۔''

اور اگر اچھے انصاف پسند اصلاح کرنے لوگ ان کے آڑے نہ آئیں گے تو زمین پر ہر جگہ فساد کا دور دورہ ہوگا۔ گمراہی ہر جگہ اپنا ڈیرا ڈال دے گی۔ لیکن ایسے میں اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور اصلاح کرنے والوں کی پیہم کوششیں رنگ لاتی ہیں اور فسادی لوگ پسپا ہوجاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ (البقرۃ:۲۵۱) ترجمہ: ''اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والوں پر بڑا فضل وکرم کرنے والا ہے۔''

اصلاح کرنے والوں کی ذمہ داری: اصلاح کرنے والوں کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ ان پر واجب ہے کہ وہ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور فسادیوں کے سامنے سینہ سپر ہوجائیں۔ فسادی لوگ کتنے بھی دور دراز بستے ہوں، ان کے رنگ ونسل میں کتنا ہی تفاوت ہو، وہ پھر بھی اصلاح اور مصلحین کے لئے ایک جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد فساد وبگاڑ کا حجم اور سائز بڑھتا جائے گا اور ایک دن ایسا بھاری بھرکم ہوجائے گا کہ کوئی بھی اس کا مقابلہ اور سامنا کرنے کی پوزیشن میں نہ رہے گا۔ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ میں یہی بات بیان کی گئی ہے: وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ اِلَّا تَفۡعَلُوۡهُ تَكُنۡ فِتۡنَةٌ فِى الۡاَرۡضِ وَفَسَادٌ كَبِيۡرٌ (الانفال:۷۳) ترجمہ: ''کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہوجائے گا۔''

امید کی ایک ہی کرن: ہر زمانے میں اور دنیا کے ہر خطے میں فسادیوں سے زمین کو پاک کرنے اور ان کے چنگل سے چھڑانے میں امید کی ایک ہی کرن دکھائی دیتی ہے اور وہ ہے حق پرست اور اصلاح پسند لوگوں کا حکمت ودانائی سے بھلی بات کا حکم دے کر اور بری بات سے روک کر اپنی ذمہ داری نبھانا اور سرعام حق کا ڈنکا بجانا۔ اسی سے فساد وبگاڑ دور ہوسکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَلَوۡلَا كَانَ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اُولُوۡا بَقِيَّةٍ يَّنۡهَوۡنَ عَنِ الۡفَسَادِ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّنۡ اَنۡجَيۡنَا مِنۡهُمۡ وَاتَّبَعَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِيۡهِ وَكَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ. وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا مُصۡلِحُوۡنَ. وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِيۡنَ. اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمۡ وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ. (ھود:۱۱۶-۱۱۹) ترجمہ: ''پس کیوں نہ تم سے پہلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے اہل خیر ہوئے جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے، سوائے ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں سے نجات دی تھی، ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی اور وہ گنہگار تھے۔ آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کردے اور وہاں کے لوگ نیکوکار ہوں۔ اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کردیتا۔ وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے، انہیں تو اسی لیے پیدا کیا ہے، اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے پُر کروں گا۔

☆☆☆

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

”شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اُن کی“

ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی
میڈیا کوآرڈینیٹر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جونہایت پاک ومکرم تھے، جوولی درپیکر آدم تھے، جو اولین حاملین دین اوروارثین رحمتِ عالم تھے، جواللہ اوررسول ﷺ کے پکے وفادار تھے، جواسلام کے حقیقی حکم بردار تھے، جومسلمانوں کے بڑے مددگار تھے، جوانسانیت کے سچے علمبردار تھے، جویتیموں، بیواؤں اورتہی دستوں کے غم خوار تھے، جوکفر وباطل سے بیزار تھے، جومئے حق سے سرشار تھے، جوارض گیتی سے جہالت کی رسمیں مٹانے والے تھے، جواحکام دین کے سامنے سب سے پہلے سرجھکانے والے تھے، جواللہ کے لئے گھربار لٹانے والے تھے، جوآفتوں اورآزمائشوں میں سینہ سپر ہوجانے والے تھے۔

جن کا ایمان معیار ایمان تھا، جن کا دین دین کی کسوٹی تھی، جن کا عقیدہ ومنہج اوراخلاق وکردار آئینہ خانہ تھا، جن کے اختلاف کا مدار اخلاص پرتھا، جوایثار وقربانی کے پیکر جمیل تھے، جوتکلف برطرف تھے، جن میں بڑے چھوٹے اورکالے گورے کا امتیاز نہ تھا، جن کی دوستی دشمنی جنچی تلی تھی، جن کی الفت ومحبت بے وجہ نہ تھی۔ وہ تووہ تھے جن کواسلام نے جہاں گرمادیا گرماگئے اورشریعت نے جہاں نرمادیا نرماگئے اور جوبقول حالی:

جھکا حق سے جوجھک گئے اس سے وہ بھی
رکا حق سے جو رک گئے اس سے وہ بھی

وہ جن کی صداقت کی گواہی رب العالمین نے دی، وہ جن کی عدالت کی شہادت رسول امین ﷺ نے دی، قرآن کریم نے جن کورضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کہا، جو آسمان رسالت کے ماہ ونجوم اورامت کی آنکھوں کا سرمہ تھے، جوسب سے بہترین زمانے کے افضل ترین نفوس تھے، عظمت وشرافت جن کی بلائیں لیتی تھی، جن کو عبرالقرون سلف امت نے دین وایمان کا اعلی معیار وکسوٹی قرار دیا جب کہا:

من كان مستنا فليستن بمن قدمات، أولئك أصحاب محمد ﷺ كانوا خير الأمة، أبرها قلوبا، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، وأحسنها حالا، إختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ ونقل دينه، فتشبهوا بأخلاقهم وطرائقهم فهم أصحاب محمد ﷺ كانوا على الهدى المستقيم (حلیۃ الاولیاء)

”اگرکوئی شخص کسی کی اقتدا کرنا چاہتا ہے تواسے اصحاب محمد ﷺ کی اقتدا کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ وہ ساری امت میں سب سے زیادہ بہتر تھے، سب سے زیادہ پاکیزہ دل تھے، علم میں سب سے زیادہ گہرے تھے، تکلف برطرف تھے اورحال اورظاہر کے اعتبار سے سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالی نے انہیں اپنے رسول ﷺ کی صحبت ورفاقت کے لئے چن لیا تھا۔ لہٰذا تم انہی کے طور طریقوں کواپناؤ، کیوں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی تھے اورصراط مستقیم کے راہی تھے۔“

مقام صحابہ تواس قدر بلند وبالا ہے کہ محض اس کودیکھنے اوراس کا ادراک کرنے کی کوشش میں بڑے بڑوں کی کلاہ عظمت گرجاتی ہے۔ چہ جائے کہ کوئی ان کا مقابلہ کرے، ان سے برابری کرے، ان کی شان میں گستاخی کی ادنی جرأت کرے۔ لاقدر اللہ اگرکسی بدبخت کے سرمیں کبھی اس طرح کا سودا سماگیا توسمجھ لیجئے کہ اس نے اپنے دین وایمان کا کباڑا کرلیا، وہ آخرت میں توانجام بد سے دوچار ہوگا ہی دنیا میں بھی ذلیل وخوار اور ہلاک وبرباد ہوگا۔ کیوں کہ خود رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے ان پرستاران باصفا کے حقوق کوہمیشہ کے لیے محفوظ فرمادیا ہے۔ فرمایا:

لاتسبوا اصحابى، فوالذى نفسى بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه. (صحیح مسلم)

”تم میرے صحابہ کوبرانہ کہو! حقیقت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تواس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مدیا آدھے مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔“

”الله الله فى أصحابى، لا تجعلوهم غرضا من بعدى، فمن أحبهم فبحبى أحبهم ومن آذاهم فقد آذانى، ومن آذانى فقد آذى الله، ومن آذى الله يوشك أن يأخذه“ (ترمذی)

”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد انہیں اپنی تنقید کا نشانہ نہ بنانا، جوان سے محبت کرتا ہے تومیری محبت ہی کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے، جوان سے نفرت رکھتا ہے تومیری ذات سے اس کی نفرت کی وجہ سے ہی ان سے نفرت رکھتا ہے، جوانہیں تکلیف پہنچاتا ہے تووہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، اورجومجھے اذیت دیتا ہے وہ اللہ تعالی کواذیت دیتا ہے اورجواللہ تعالی کواذیت دیتا ہے توپھر قریب ہے

کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے۔''

اورامام ابوجعفر الطحاویؒ نے تو ان انفاس قدسیہ کے حوالے سے بالکل آخری بات کہہ دی کہ:

نحب أصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط فی حب أحد منهم ، ولا نتبرأ من أحدمنهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير، وحبهم دين وايمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان" (شرح العقيدة الطحاوية :٤٦٧)

''ہم رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے محبت کرتے ہیں، اوران میں سے کسی ایک صحابی کی محبت میں غلو نہیں کرتے ،اور نہ ہی ان میں سے کسی صحابی سے براءت کا اعلان کرتے ہیں،اور ہم ہر ایسے شخص سے بغض رکھتے ہیں جو صحابہ کرامؓ کے ساتھ بغض رکھتا ہواور انہیں خیر کے ساتھ ذکر نہ کرتا ہو، ہم انہیں خیر کے ساتھ ہی ذکر کرتے ہیں، اوران کی محبت عین دین اور عین ایمان اور عین احسان ہے، جب کہ ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور سرکشی ہے''۔

صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والے دریدہ دہن کا انجام فی زمانہ ہم دیکھ رہے ہیں۔کبھی اس در پہ جبہ سائی کررہا ہے تو کبھی اس آستانے پر اپنی جبین رگڑ رہا ہے۔ ذرا بھی اور کہیں بھی اسے چین وقرار حاصل نہیں ہے ۔ بلکہ ہر طرف ذلت ورسوائی اور لعنت وملامت کا طغرا لیے پھر رہا ہے۔اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اس حرماں نصیب نے حبیب کبریا ﷺ کے پیاروں کی شان میں خاکم بدہن گستاخی کر کے احکم الحاکمین سے دشمنی مول لینے کی ناہنجار سعی کی ہے۔اور اولیاء اللہ کے بھی سلف اور سب سے بڑے امت کے اولیاء صحابۂ کرام کے خلاف جنگ کا بگل بجا کر اللہ کی مار اور حرب وضرب کو دعوت دے ڈالی ہے۔ اللھم نعوذ بك من الحور بعد الكور۔

اس لیے میرے بزرگو، دوستو اور عزیزو!اس بدبخت کو رسوا وبرباد ہونے دو۔اس کی ذلت ورسوائی کا تماشہ دیکھو۔لیکن اس بدبخت وکج کلاہ کو اہمیت مت دو، اس کے بارے میں اول فول بک کر اپنی پاکیزہ زبان وقلم کو ناپاک مت کرو۔ وہ تو ذلیل ہے ہی تم اس کے پیچھے اپنی زبان وبیان کو کیوں گندی کر رہے ہو۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ صحابہ کرام سے محبت ایمان کا تقاضہ ہے۔ان کی کوئی تخفیف کرتا ہے، یا ان پر کوئی خشت زنی کرتا ہے، یا کوئی ان کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے یا ان کے خلاف زبان طعن دراز کرتا ہے تو ایک صاحب ایمان کے دل میں شدید تکلیف ہونا ایک فطری امر اور ان کا دفاع کرنا دین وایمان کا تقاضہ ہے۔لیکن انکار منکر اور ابطال باطل کے وقت منطقی وعلمی اور اسلامی اسلوب وانداز اختیار کرنے کے بجائے خود پر قابو نہ رکھنا اور اپنا آپا کھو دینا بھی کسی طرح درست نہیں ہے۔معاف کریں فی زمانہ سوشل میڈیا میں اس کی بدترین مثالیں بھی دیکھنے کو ملی ہیں۔ جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرنے اور ماننے والوں کا یہ طریقہ نہیں ہے ۔ساتھ ہی کچھ ایسے بھی حضرات ہیں جو اس دریدہ دہن کے جواب میں اور اس کے صحابۂ کرام کے حوالے سے انتہائی درجے گستاخانہ تقریریں کرنے اور حدیث رسول ﷺ اور مصادر شریعت کے ایک بڑے حصے پر ہاتھ صاف کرنے پر ردکرتے ہوئے ایسی معذرت خواہانہ، فدویانہ اور ملتجیانہ اور مؤدبانہ انداز وبیان اختیار کیے ہوتے ہیں کہ اس دریدہ دہن کی حیثیت ان کے یہاں باعظمت صحابہ کے مقابلے میں زیادہ لائق التفات ہے۔ایسے معذرت خواہانہ زبان وبیان سے بہتر ہے کہ تردید ہی نہ کی جائے۔ کہاں اسلوب کی پاکیزگی اور کہاں مجرمین کی منہ بھرائی اور ساتھ ہی دفاع ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کا شاخسانہ۔ یہ تو بڑی دورنگی ودورخی ہے جس کا یہ بدبخت باربار مرتکب رہا نہ کہ صحابہ کے ساتھ عقیدت وغیرت'' باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی'' جیسی روش سے بھی بچنا ضروری ہے۔

لہٰذا آپ اپنے مقام ومنصب کو سمجھو، اپنے اصول ومنہج کا صحیح ادراک کرو جو بات بھی کہو پختہ اور نپی تلی کہو، جذبات کی رو میں بہہ کر دنیا کی نگاہ میں مذاق مت بنو،اور اپنے کسی قول وفعل سے اغیار کو بات بنانے اور کیچڑ اچھالنے کا موقع مت دو۔ کیوں کہ آپ کی ایک غیر ذمہ دارانہ بات یا حرکت سے جہاں وہ شقی وبدبخت مزید جری ہوگا اور مظلوم وبے چارہ بننے کی کوشش کرے گا۔اور لاقدر اللہ اگر ایسا ہوا تو یقین جانیے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ پورے ادارۂ صحابہ اور اس کے مقام ومرتبہ کے استخفاف وانکار کا مذموم سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے گا۔ بلکہ اس سے دین اسلام بلکہ پوری انسانیت کا خسارہ ہوگا۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	28/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	177/-

حقیقتِ نفاق

امام الہند علامہ ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

تشریح نفاق: قرآن نے ''کفر'' کی طرح ''نفاق'' کو بھی جا بجا ذکر کیا ہے اور منافقوں کے اعمال و خصائل کی سب سے زیادہ تفصیل اسی سورت (۱) میں ملتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ ٹھیک طور پر سمجھ لیا جائے نفاق کی حقیقت کیا ہے اور منافقوں کی جماعت کس طرح کی جماعت تھی؟

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں، فکر و عمل کا کوئی گوشہ ہو، تین طرح کے آدمی ہوتے ہیں:

مستعد اور صالح طبیعتیں: یہ ہر اچھی بات کو پہچان لیتی اور قبول کر لیتی ہیں۔ پھر سرگرم عمل ہو جاتی ہیں۔

مفسد طبیعتیں: انہیں ہر اچھی بات سے انکار ہوتا ہے۔ کوئی سیدھی بات ان کے اندر اترتی نہیں۔

درمیانی گروہ: یہ ہر بات کو سن لینے اور مان لینے کے لیے طیار ہو جاتا ہے، لیکن فی الحقیقت اس کے اندر طیاری نہیں ہوتی۔ وہ قدم اٹھا دیتا ہے مگر چلتا نہیں اور چلتا ہے تو پہلے ہی قدم میں لڑکھڑا جاتا ہے۔ اس میں پہلے گروہ کی مستعدی نہیں ہوتی کہ جو بات مان لی، اسے ٹھیک ٹھیک مان لے اور عمل کرے۔ اس میں دوسرے گروہ کی بے باکی اور جرات بھی نہیں ہوتی کہ یکسو ہو کر صاف صاف انکار کر دے۔ پس گو وہ سمجھتا ہے کہ ایک راہ اختیار کر لی ہے، لیکن فی الحقیقت دونوں راہوں میں سے کسی میں بھی نہیں ہوتا۔ جہاں تک اقرار کا تعلق ہے، قبول کرنے والوں میں ہوتا ہے جہاں تک اذعان و عمل کا تعلق ہے منکروں کی سی حالت میں: ''مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ، لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ'' (۲) (النساء: ۱۴۳)

جزم و یقین اور عزم و عمل پہلے گروہ کا خاصہ ہے۔ انکار و جحود دوسرے کا، شک و تذبذب اور بے عملی و تعطل تیسرے کا۔

بعینہ یہی حال ایمان و عمل کے دائرے کا بھی ہے۔ یہاں بھی طبیعت انسانی کی یہ تینوں حالتیں ظہور میں آتی ہیں۔ مستعد طبیعتیں قبول کر لیتی اور چل کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ مومن ہیں۔ مفسد انکار کرتے اور مخالفت میں سرگرم ہو جاتے ہیں۔ یہ کافر ہیں۔ کچھ لوگ قبول کر لیتے ہیں، لیکن فی الحقیقت قبولیت کی روح ان کے اندر نہیں ہوتی۔ یہ منافق ہیں۔

ہمیشہ ظہور میں آنے والی گمراہی: قرآن نے کفر کی طرح نفاق کے اعمال و خصائص بھی پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیے کیونکہ کفر کی طرح نفاق بھی محض عہد نزول ہی کی پیداوار تھا۔ ہمیشہ ظہور میں آنے والی گمراہی تھی اور انسان کی گمراہیاں کسی خاص عہد و نسل کی نہیں بلکہ نوع انسانی کی گمراہیاں ہوتی ہیں۔

ایک عام غلط فہمی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں منافقوں کا گروہ کافروں کا کوئی خاص سازشی گروہ تھا جو جاسوسوں کی طرح بھیس بدل کر مسلمانوں میں رہنے لگا تھا۔ باہر نکلتا تو مسلمان بن جاتا۔ اکیلے میں ہوتا تو اپنے اصلی بھیس میں لوٹ آتا حالانکہ ایسا سمجھنا قرآن و احادیث کی صاف صاف تصریحات کو جھٹلانا ہے۔ ان لوگوں نے اسلام بطور اپنے دین و اعتقاد کے اسی طرح اختیار کر لیا تھا، جس طرح دوسرے مسلمانوں نے۔ چنانچہ اسی سورت کی آیت (۷۴) میں ہے کہ ''وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ'' اسلام لا کر پھر کفر کی باتیں کیں۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے تھے۔ ان کی بیویاں انہیں مسلمان سمجھتی تھیں۔ ان کے بچے انہیں مسلمان سمجھتے تھے۔ ان کے گھر کا ہر فرد یقین کرتا تھا کہ ہم مسلمان ہیں۔ وہ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ اسلام کے طور طریقے پر اولاد کی پرورش کرتے تھے۔ (۳) جہاں تک کسی دین کو بطور ایک دین کے اختیار کر لینے کا تعلق ہے، کوئی بات ایسی نہ تھی جو بظاہر ان کے مسلمان ہونے کے خلاف ہو۔ تاہم قرآن نے فیصلہ کیا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، کیونکہ اسلام کا گھونٹ تو انہوں نے پی لیا تھا، لیکن حلق کے نیچے نہیں اترا تھا۔ کسی تعلیم کو اختیار کر لینے کے بعد یقین و عمل کی جو روح پیدا ہونی چاہیے اس سے یک قلم محروم تھے۔ اخلاص و صداقت کے لیے ان کے دلوں میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ وہ اللہ کا کلام سنتے، مگر اس لیے نہیں کہ عمل کریں، بلکہ اس لیے کہ محض سنتے رہیں۔ وہ نماز پڑھتے مگر بے دلی کے ساتھ، خیرات کرتے مگر مجبور ہو کر۔ ان کے دل میں دین سے زیادہ دنیا کا عشق تھا۔ اسلام کے جو احکام ان کے شخصی اغراض کے خلاف نہ ہوتے، ان پر خوش خوش عمل کرتے، جو خلاف ہوتے ان سے نکل بھاگنا چاہتے۔ جب کبھی خوشحالیوں کا موقع ہوتا تو وہ سب سے پہلے مومن تھے۔ جب کبھی قربانیوں کا موقع آ جاتا تو سب سے آخری صفوں میں بھی دکھائی نہ دیتے۔ جہاد کے تصور سے ان کی روحیں لرز جاتیں۔ انفاق کا حکم ان کے لیے موت کا پیغام ہوتا۔ اسلام کے دشمنوں سے سازگاریاں رکھنے میں انہیں کچھ تامل نہ ہوتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ دونوں طرف ملے رہنے ہی میں مصلحت ہے۔ اگر بازی الٹ پڑی اور دشمن فتح مند ہو گئے تو ان کے پاس بھی اپنی جگہ بنی رہے گی۔

نفاق کی مختلف حالتیں: ایمان و کفر کی طرح نفاق کی تمام حالتیں بھی یکساں نہیں ہوتیں اور نہیں تھیں۔ چونکہ اصل کے اعتبار سے یہ حالت بھی انکار ہی کی ایک اقرار نما صورت ہے۔ اس لیے جب بڑھتی ہے تو انکار قطعی کی ہی طرف بڑھتی ہے اور اسی کے خصائص رونما ہونے لگتے ہیں۔ کسی میں کم، کسی میں زیادہ۔ چنانچہ اس عہد کے منافقوں کی حالت نفاق یکساں نہ تھی۔ عبداللہ بن ابی کا نفاق ہر منافق کا نفاق نہ تھا۔ خود قرآن نے اسی سورت کی آیت (۱۰۱) میں اس طرف اشارہ کیا ہے: ''وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ، وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، مَرَدُوْا عَلَى

النِّفَاق ''(۴) کسی کے نفاق کا رخ زیادہ تر اس طرف تھا کہ ہجرت سے جی چراتے تھے۔کسی پر انفاق مال شاق تھا۔کوئی جہاد سے بچنا چاہتا تھا۔کسی پر نماز کا قیام سخت گزرتا تھا۔کوئی ایسا بھی تھا کہ احکام الٰہی اور آیات قرآنی کی ہنسی اڑاتا تھا اور اس تاک میں تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی آفت آپڑے تو کھلم کھلا دشمنوں کے ساتھ ہوجائے۔تاہم یہ قطعی ہے کہ ان سب نے اسلام بطور دین وطریقہ کے قبول کرلیا تھا اور مسلمانوں ہی میں سمجھے جاتے تھے۔یہ بات نہ تھی کہ محض ایک سازشی گروہ بھیس بدل کر مسلمانوں میں آملا ہو اور مسلمانوں میں سے نہ ہو۔

اب غور کرو یہاں منافقوں کے اعمال وخصائص کیا کیا بیان کیے ہیں۔

۱-جب راہ حق میں جان و مال کی قربانی کا وقت آتا تو طرح طرح کے حیلے بہانے نکالتے اور کہتے، ہمیں گھر بیٹھ رہنے کی اجازت مل جائے۔

۲-مسلمانوں میں ہمیشہ فتنہ پھیلاتے، کمزور اور ناسمجھ آدمیوں کو گمراہ کرتے، ادھر کی بات ادھر لگاتے۔

۳-جب کبھی جماعت کے لیے کوئی نازک وقت آجاتا تو اس طرح کی باتیں نکالتے کہ دوسروں کے دل بھی کمزور پڑجاتے اور کوئی نہ کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا۔چنانچہ احد میں انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس موقع پر بھی کمی نہیں کی۔

۴-دینداری کے بھیس میں اپنا نفاق چھپاتے اور کہتے۔اس کام میں ہمارے لیے فتنہ ہے اس لیے شریک نہیں ہوسکتے۔

۵-مسلمانوں کی مصیبت ان کے لیے مصیبت نہ ہوتی اور نہ ان کی خوشی ان کے لیے خوشی۔

۶-جب کوئی جماعتی معاملہ پیش آجاتا، تو اس کا ساتھ نہ دیتے اور طرح طرح کی فتنہ اندازیاں کرتے۔پھر اگر کوئی حادثہ پیش آجاتا تو کہتے، ہم نے پہلے ہی یہ بات معلوم کرلی تھی۔اسی لیے ساتھ نہیں دیا تھا پھر بجائے اس کے کہ قوم کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھیں، دل میں خوش ہوتے کہ چلو، اچھا ہوا، کامیاب نہ ہوئے۔

۷-نماز پڑھیں گے تو اس بے دلی سے کہ معلوم ہوگا بوجھ آپڑا ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح پٹک کر الگ ہوجائیں۔

۸-نیکی کی راہ میں خوشدلی سے کبھی خرچ نہ کریں گے۔کنجوسی ان کی سب سے بڑی علامت ہے۔

۹-قسمیں کھا کھا کر یقین دلائیں گے کہ ہمیں مخالف نہ سمجھو، حالانکہ دل میں نفاق بھرا ہوا ہے۔

۱۰-چونکہ دلوں میں کھوٹ ہے اس لیے ڈرے سہمے رہتے ہیں اور بہت سے کام دل کی خواہش سے نہیں، بلکہ محض جماعت کے خوف سے کرتے ہیں۔

۱۱-چونکہ راہ حق کی آزمائشیں پیش آتی رہتی ہیں اور دل میں اخلاص ویقین نہیں ہے۔اس لیے بسا اوقات صورت حال سے ایسے مضطرب ہوجاتے ہیں کہ اگر چھپ بیٹھنے کی کوئی جگہ مل جائے تو فوراً رسی تڑا کر بھاگ کھڑے ہوں۔

۱۲-غرض کے بندے ہیں، ان کی خوشنودی اور ناراضگی کا سارا دار و مدار دنیا اور دنیا کا حصول ہے۔اگر صدقات کی تقسیم میں انہیں بھی کچھ دے دیا جائے تو خوش رہیں گے۔نہ دیا جائے تو بگڑ بیٹھیں گے۔

۱۳-چونکہ ایمان وراستی سے محروم ہیں۔اس لیے حق و ناحق کی کچھ پروا نہیں۔جس طرح بھی ملے مال و دولت حاصل کرنی چاہئے۔صدقات وخیرات کے مستحق نہیں لیکن اس کے حصول کے خواہشمند رہتے ہیں۔

۱۴-اگر ان کی ہوائے نفس کے خلاف کوئی فیصلہ ہو، تو فوراً طعنہ زنی پر اتر آئیں کہ دوسروں کی طرفداری کی جاتی ہے۔

۱۵-پیغمبر اسلام مخلص مومنوں کا اخلاص پہچانتے اور انہیں قابل اعتماد سمجھتے تھے۔یہ بات منافقین پر شاق گزرتی حتی کہ بعض نے کہا کہ وہ کان کے کچے ہیں، لوگوں کی باتوں میں آجاتے ہیں۔

۱۶-جب دیکھتے ہیں، ان کی منافقانہ روش پر عام برہمی پیدا ہوگئی، تو قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو یقین دلاتے اور انہیں اپنے سے راضی رکھنا چاہتے۔قرآن کہتا ہے کہ ان کی حق فراموشی دیکھو۔انہیں خدا کی تو کچھ پروا نہیں کہ بداعمالیاں کیے جاتے ہیں لیکن انسانوں کی اتنی پروا ہے کہ جونہی ان کی نگاہیں بدلی ہوئی نظر آئیں، لگے خوشامد کرنے اور جھوٹی قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے۔

فی الحقیقت انسانی گمراہی کی بوالعجبیوں میں سے ایک بوالعجبی یہ ہے کہ وہ خدا پر ایمان رکھنے کا مدعی ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کے علم سے کوئی بات پوشیدہ نہیں۔تاہم ہر طرح کی معصیتیں کیے جائے گا اور ایک لمحے کے لیے بھی اسے خیال نہ ہوگا کہ میں کیا کررہا ہوں، لیکن جونہی انسانوں کی نظر میں اس کی معصیتیں نمایاں ہوئیں، اس کے ہوش وحواس گم ہوجائیں گے اور ہزار طرح کے جتن کرے گا کہ کہیں وہ اسے برا نہ سمجھنے لگیں۔اس سے معلوم ہوا کہ فی الحقیقت اسے خدا کی ہستی کا یقین نہیں کیونکہ اگر یقین ہوتا اسی درجہ کا یقین جس درجہ یقین انسانوں کی موجودگی پر رکھتا ہے، تو ممکن نہ تھا کہ اس سے بے پروا ہوجاتا۔قرآن کہتا ہے، یہی حالت نفاق کی حالت ہے۔

منافقت کی فریب آرائیاں:

۱۷-دین کے بارے میں ان کی زبانیں چھوٹ ہیں لیکن جب پکڑے جاتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ ہم نے بطور تفریح اور مزاح کے ایک بات کہہ دی تھی۔سچ مچ کو ہمارا یہ مطلب نہ تھا۔قرآن کہتا ہے کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا۔تم اللہ کی، اس کی آیتوں کی، اس کے رسول کی ہنسی اڑاتے ہو۔

۱۸-جس طرح مومن مرد اور عورتیں راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و معاون ہیں۔اسی طرح منافق راہ نفاق میں ایک دوسرے کے رفیق ومعاون ہیں۔

۱۹-کذب گوئی ان کا شعار ہے۔صریح ایک بات کہیں گے اور پھر انکار کردیں گے۔

۲۰-بعضوں کا یہ حال ہے کہ عہد کرتے ہیں۔خدایا، اگر تو ہم پر فضل کرے تو ہم تیری راہ میں خیرات کریں گے اور نیکی کی زندگی بسر کریں گے لیکن جب اللہ فضل کرتا

ہے تو پھر بے تامل بخیلی پر اتر آتے ہیں اور کچھ اس کی راہ میں نہیں نکالتے۔ اس کی طرف سے رخ پھیرے رہتے ہیں۔

۲۱- ان کا ایک وصف یہ ہے کہ خود تو کچھ کریں گے نہیں، لیکن کرنے والوں کے خلاف زبان کھولنے میں ہمیشہ بے باک رہیں گے۔ مثلا: اگر خوشحال آدمیوں نے بڑی بڑی رقمیں راہ حق میں نکالیں تو کہیں گے، دکھاوے کے لیے یا کسی دنیوی غرض کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ اگر کوئی غریب آدمی اپنی محنت مزدوری کی کمائی سے چار پیسے نکال کر رکھ دے گا تو اس کی ہنسی اڑائیں گے کہ وہ اچھی خیرات کی۔

۲۲- راہ حق میں محنتیں مشقتیں برداشت کرنا، ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ غزوۂ تبوک کا معاملہ سخت گرمی میں پیش آیا تھا اس لیے لوگوں سے کہتے تھے، اس گرمی میں کہاں جا رہے ہو؟

۲۳- ایمان کے ضعف نے انہیں مردانگی کے احساس وغیرت سے بھی محروم کر دیا۔ جب لوگ قوم وملت کی راہ میں جان قربان کرتے ہیں تو وہ عورتوں کے ساتھ گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں شرماتے۔

۲۴- کچھ لوگ ایسے ہیں جو نفاق کی حالت میں شب و روز رہتے رہتے بڑے مشاق ہوگئے ہیں۔ دوسرے اتنے مشاق نہیں، جو مشاق ہیں، تم انہیں تاڑ نہیں سکتے۔

۲۵- بعض لوگ دینداری کے بھیس میں ایسی راہیں نکالتے کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ہو اور ان کے مقاصد کو نقصان پہنچے مثلا ایک مسجد بنائی اور پیغمبر اسلام سے عرض کیا، آپ اس میں نماز پڑھا دیں تو ہمارے لیے برکت وسعادت ہو۔ مقصود یہ تھا کہ اپنے اجتماع کے لیے ایک نیا حلقہ پیدا کریں اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ہو۔

۲۶- کوئی سال نہیں گزرتا کہ ان کے لیے تنبیہ واعتبار کی کوئی نہ کوئی بات ظہور میں نہ آجاتی ہو لیکن غفلت کا یہ حال ہے کہ نہ تو توبہ کرتے ہیں نہ عبرت پکڑتے ہیں۔

اعمال منافقین دوسری سورتوں میں:

سورہ آل عمران، نساء، انفال، احزاب، محمد، فتح، حدید، مجادلہ اور حشر میں بھی منافقوں کے اعمال وخصائص بیان کیے گئے ہیں اور ایک پوری سورت ''منافقون'' انھی کے حالات میں ہے۔ چاہئے کہ اس موقع پر فہرست سے مدد لے کر وہ تمام مقامات بھی دیکھ لیے جائیں۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ سورہ بقرہ کی آیت (۸) '' وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ '' میں اور اس کی بعد کی آیتوں میں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے، اس سے مقصود منافقوں کی یہ جماعت نہیں ہے، بلکہ یہود ونصاری ہیں، جو ایمان باللہ کا دعویٰ کرتے تھے۔ مگر حقیقۃ ایمان کی روح ان میں باقی نہیں رہی تھی۔ فی الحقیقت یہ حالت بھی نفاق ہی کی حالت ہے جو ایک مدت کے جمود واعراض کے بعد پیروان مذاہب پر طاری ہو جاتی ہے لیکن مقصود اس سے مدینہ کے منافق نہیں ہیں۔

خصائل نفاق کی حدیثیں: یہاں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ہے کہ ان احادیث کا مطلب کیا ہے جن میں نفاق کی خصلتیں بیان کی گئی ہیں اور فرمایا ہے جس میں یہ خصلت ہو تو سمجھ لو، نفاق کی خصلت آگئی مثلا: ''اربع من كن فيه ، كان منافقا خالصا ومن كانت فيه خصلة منهن، كانت فيه خصلة من النفاق (بخاری) ولو صلى، وصام، وزعم انه مسلم '' (مسلم) یعنی چار خصلتیں ہیں۔ جس میں یہ چاروں جمع ہو جائیں وہ پورا منافق ہے اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے، تو سمجھ لو، نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوگئی۔ مسلم کے لفظ میں یہ بھی ہے، اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور اس زعم میں ہے کہ مسلمان ہے پھر وہ خصلتیں بیان کی ہیں جو سچے مومن میں نہیں ہونی چاہئیں مثلا امانت میں خیانت، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی، غصے میں آکر بے قابو ہو جانا، تو معلوم ہوا نفاق کوئی ایسی حالت نہ تھی جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں ظہور پذیر ہوئی ہو اور نہ منافقوں کا گروہ کوئی ایسا گروہ تھا، جو محض چھپے کافروں کا ایک سازشی گروہ ہو یہ ایمان وعمل کی کمزوری کی ایک زیادہ سخت حالت ہے اور جس طرح اس زمانے میں تھی، اسی طرح ہر زمانے میں ہو سکتی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔

اگر آج مسلمانوں کی اکثریت اپنے ایمان وعمل کا احتساب کرے، تو اسے معلوم ہو جائے کہ نفاق کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے اور کسی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے ہی وجود میں اسے دیکھ لے سکتی ہے۔

عقائد و اعمال کی تین حالتیں:

یہ جو قرآن نے انسان کے عقائد واعمال کی تین حالتیں قرار دیں۔ ایمان، کفر، نفاق، تو فی الحقیقت عالم ہستی کے تمام گوشوں میں اصلا تین ہی حالتیں پائی جاتی ہیں۔ یا تو تکوین کی حالت ہوگی یا افساد کی حالت ہوگی یا پھر دونوں کی درمیانی حالت۔ خود اپنے ہی وجود کو دیکھ لو۔ یا زندگی ہے یا موت ہے یا بیماری ہے۔ بیماری کو نہ تو زندگی کی صحیح حالت کہہ سکتے ہیں، نہ موت ہی قرار دے سکتے ہیں۔ دونوں کے بین بین ہے۔ لیکن رُخ اس کا موت ہی کی طرف ہے۔ قلب وروح کا بھی یہی حال ہوا۔ ایمان زندگی ہے، موت کفر ہے اور نفاق بیماری۔

یہ مقام مہمات معارف قرآنی میں سے ہے لیکن:

گر نویسم شرح آں بے حد شود
مثنوی ہفتاد من کاغذ شود

حواشی: (۱) مراد ہے سورۂ توبہ کیونکہ یہ نوٹ سورۂ توبہ کے آخر میں لکھا ہے۔ (۲) کفر وایمان کے درمیان متردد کھڑے ہیں کہ ادھر رہیں یا ادھر نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف۔ (۳) عبداللہ بن ابی منافقوں کا سرغنہ تھا، لیکن اس کا بیٹا منافق نہ تھا۔ اسی طرح تمام مومنوں کی اولاد واحفاد مخلصوں کی جماعت نکلی۔ (۴) ان اعرابیوں میں تمہارے آس پاس بستے ہیں کچھ منافق ہیں اور مدینہ کے باشندوں میں بھی ہیں جو نفاق میں مشاق ہوگئے ہیں۔

☆☆☆

حقوق الاطفال کا تحفظ

سید عبدالواحد عمری

بچے مستقبل میں قومی کشتی کے ملاح اور قوم کی باگ ڈور سنبھالنے والے ہیں۔ دنیا کے ہر مذہب نے تو والدین کے حقوق کو تسلیم کیا ہے لیکن اولاد کے حقوق سے یا تو پہلو تہی کی ہے یا ان کا دائرہ سمیٹ دیا ہے لیکن اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے ان کے حقوق کو ہمہ گیر پہلوؤں کے ساتھ تسلیم کیا ہے اور تحفظ دیا ہے۔ اسلام سے قبل جاہلیت کے عہد میں اولاد کشی کی سفاکانہ و بہیمانہ رسم عام تھی۔ لوگ مختلف وجوہات سے قتل اولاد کے جرم کے مرتکب ہوتے تھے۔ بعض لوگ اپنی اولاد کو دیوی دیوتاؤں کے نام پر بھینٹ چڑھاتے تھے۔ اور کبھی فقر وفاقہ کے ڈر سے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے، کبھی شرم وعار کی بنا پر ان کو موت کے منہ میں ڈھکیل دیا جاتا تھا اور روم میں تو والدین اپنی اولاد کی جان کے مالک متصور ہوتے تھے چنانچہ اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوتا تھا اور نہ ان سے کوئی باز پرس ہوسکتی تھی۔ (۱) آج بھی برتھ کنٹرول کے نام پر اولاد کشی کا سلسلہ جاری ہے اور بعض قبائل میں دیوی دیوتاؤں کے نام پر اولاد کشی کا عمل جاری ہے اور ناجائز تعلقات سے ہونے والے بچوں کا گلا شرم وعار کی بنا پر گھونٹ دیا جاتا ہے۔

زندگی کا تحفظ: استقرار حمل کے بعد سے ہی اسلام میں بچوں کے حقوق کے تحفظ کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اس کے نزدیک اسقاط حمل بلا کسی سخت ضرورت اور حاجت کے کبیرہ گناہ ہے اور قتل نفس ہے۔ ہاں شدید ضرورت ہو تو اس صورت میں حمل گرایا جاسکتا ہے جیسے ماں کی جان کو خطرہ لاحق ہو وغیرہ۔ اسلام سے پہلے دختر کشی کا جو سلسلہ تھا قرآن نے اس کے متعلق رونگٹے کھڑے کردینے والا اسلوب اختیار کیا ہے: ﴿وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ اور جب زندہ درگور کی ہوئی بروز قیامت پوچھی جائے گی کہ کس جرم میں وہ ماری گئی ہے یعنی اس سے زندگی کا حق کیوں سلب کرلیا گیا ہے۔ اور فقر وفاقہ کی بنا پر قتل سے منع کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ (۳) اور تم اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے نہ ہلاک کرو ہم انہیں اور تم کو رزق دینے والے ہیں بے شک ان کا قتل بڑا گناہ ہے۔ اور دوسری آیت میں بیان ہوا ہے: ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ (۴) اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تم کو پڑھ کر بتادوں کہ اللہ نے تم پر کیا حرام کیا ہے تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے نہ قتل کرو ہم تمہیں اور ان کو رزق دینے والے ہیں اور قرآن میں ہے کہ عورتوں سے جن باتوں کے متعلق بیعت لی جائے ان میں بچوں کو نہ ہلاک کرنا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ﴾ (۵) اور وہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی۔ اور ان کی پیدائش پر جو اہل جاہلیت کی کیفیت ہوتی تھی اور جس قسم کے اضطراب وبے چینی سے وہ دوچار ہوتے تھے اس کا بیان ہوا ہے اس سے یہ استفادہ اور استنباط مقصود ہے کہ لڑکا ہو یا لڑکی اللہ کی عطا کردہ مخلوق ہے ناراضگی کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ﴾ (۶) اور جب ان کو عورت کی پیدائش کی خوشخبری دی جاتی ہے تو چہرہ سیاہ پڑجاتا اور غم کے مارے دم گھٹ جاتا ہے۔ بری خبر کی بنا پر یہ قوم سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ یا اس کو ذلت وخواری کے ساتھ روک لے یا مٹی میں دبادے۔

اور ایک جگہ ان کے اس عمل کو نقصان کا سبب اور خسران کا ذریعہ بتایا ہے: ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ تحقیق کہ وہ لوگ ناکام ہوگئے جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے مار ڈالا ہے۔ حدیث میں اسے اکبر الکبائر میں شمار کیا گیا ہے اور شرک جیسی لعنت اور گناہ کے بعد اس کا بیان ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے: "قال رجل یا رسول الله! ای الذنب أکبر عند الله، قال: أن تدعو الله ندا وهو خلقک، قال: ثم أی، قال: أن تقتل ولدک خشية أن يطعم معک." (۷) یعنی ایک آدمی آیا اور کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اپنی اولاد کو مار ڈالو اس خوف سے کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔

اسلامی نقطہ نظر سے اگر عورت سنگسار کے قابل ہے اور وہ حاملہ ہے تو بچے کی زندگی اور رضاعت کی خاطر اس کی سزا کو موخر کر دیا جائے گا یہ ایسا اصول اور تعلیم ہے کہ اس حکیمانہ عادلانہ تعلیم سے دنیا کے مذاہب وقوانین خالی ہیں چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ جہینہ کی ایک عورت آئی، جرم کے اعتراف کے بعد درخواست کی کہ اس پر حد جاری کی جائے مجھ سے زنا کی غلطی سرزد ہوگئی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ولی کو وضع حمل کے بعد اسے لانے کی تاکید کرتے ہیں۔ جب بچہ جننے کے بعد وہ لاتی ہے تو آپ واپس کر دیتے ہیں تاکہ بچہ کو دودھ پلائے جب اس کی مدت ختم ہوتی ہے اور اس کے ہاتھ روٹی تھامنے کے قابل ہوتے ہیں تو وہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتی ہے اور عرض کرتی ہے کہ اس کو گناہ سے پاک وصاف کیا جائے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے سنگسار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔(۸)

حالت امن میں نہ صرف ان کی حفاظت کی جائے گی بلکہ حالت جنگ میں بھی ان کے قتل سے روکا گیا ہے۔چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **اغزوا باسم اللہ فی سبیل اللہ اغزوا ولاتغلوا ولاتغدروا ولاتمثلوا ولاتقتلوا ولیدا۔**" اللہ کے نام پر اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، جہاد کرو دھوکہ نہ دو، نہ مال میں خیانت کرو، اور مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو امیر الجیش بنا کر روانہ کیا تو انہیں نصیحتیں کیں اور ان ہدایتوں میں سے ایک یہ بھی ہدایت تھی کہ وہ کسی بچہ کو قتل نہ کریں۔کیا آج کی مہذب دنیا کی جنگوں میں بچوں کو ہلاکت وتباہی سے بچایا جاسکتا ہے؟(۱۰)

اسلام میں اولاد کا قتل تو درکنار ان کی موت کی بھی تمنا ممنوع ہے چنانچہ ایک شخص جس کی لڑکیاں زیادہ تھیں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ان کی موت کی تمنا کر دی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کیا تم انہیں رزق دیتے ہو؟(۱۱)

حق رضاعت: اولاد کا دوسرا حق رضاعت کا ہے جس سے ان کی نشوونما ہوتی ہے اور وہ پروان چڑھتے ہیں۔چنانچہ قرآن میں صاف طور پر اس کا ذکر ہوا اور اس کی مدت بھی مقرر کی گئی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (۱۲) اور مائیں پورے دوسال دودھ پلائیں یہ مدت اس کے لیے ہے جو رضاعت پوری کرے اور لڑکے کے باپ پر ان کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق ہے۔آیت سے بچوں کا حق رضاعت ثابت ہوتا ہے اور ان کو کپڑا پہنانے اور کھانے کھلانے کی بات اس لیے کہی گئی ہے کہ اس مدت میں اگر شوہر بیوی کو طلاق دے تو بچہ کی رضاعت کی خاطر اس کی ماں کو کھلائے اور پہنائے اور اگر عورت انکار کرتی ہے یا وہ اس قابل نہیں ہے تو دوسری عورت سے دودھ پلائے اور اس کے عوض اُسے کھلائے اور پہنائے۔اس آیت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بچہ کے سن شعور کو پہونچنے تک اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری والد یا سرپرست پر ہے۔

تعلیم کا حق: بچہ جب سمجھنے لگے تو دینی تعلیم سکھلانا اور اس کی تربیت کرنا والدین یا سرپرست پر فرض ہے اور دنیوی تعلیم بھی وہ سکھلائے تاکہ بچہ بڑا ہوکر بہتر زندگی گزارنے کے قابل قرار پائے۔اس بارے میں تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے۔قرآن میں بیان ہوا ہے:﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾(۱۳) اے ایمان والو! تم خود کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش دوزخ سے بچاؤ جس کے ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھلانا ایک صاع خیرات سے بہتر ہے۔(۱۴) اور دوسری حدیث میں ہے کہ والد کا بہترین عطیہ اولاد کے لیے حسن ادب سکھلانا ہے۔(۱۵) دیگر علوم سکھلانے کی بابت یہی دلیل کافی ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کا معاوضہ اللہ کے رسول نے یہ مقرر کیا تھا کہ وہ مسلمان بچوں کو عبرانی سکھائیں۔

اور عمومی طور پر یہ بتایا گیا کہ "**من لم یرحم صغیرنا ولم یؤقر کبیرنا فلیس منا**" (۱۶) جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی توقیر نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔یہ بہت ہی جامع بات ہے۔اس میں چھوٹوں کے حقوق بڑوں پر اور بڑوں کے حقوق چھوٹوں پر واضح کیا گیا ہے اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپ اپنے اہل وعیال اور بچوں پر زیادہ مہربان تھے۔(۱۸)

اسلام میں یتیموں کی کفالت: سن شعور سے پہلے اور قبل از بلوغت جن کے والدین یا کم از کم جن کے والد اس دنیا سے کوچ کر گئے ہوں انہیں یتیم کہا جاتا ہے۔وہ چوں کہ شفقت پدری سے محروم ہوتے ہیں اس لیے معاشرہ میں ہمدردی، غمخواری وغمگساری کے مستحق ہوتے ہیں۔دنیا کے سبھی مذاہب میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیمات موجود ہیں۔لیکن اسلام نے جو تعلیمات وہدایات یتامی کے متعلق دی ہیں اور ان کے حقوق سے متعلق تمام پہلوؤں کا جس طرح احاطہ کیا ہے اور ان نقائص کو جس طرح دور کیا ہے جس سے ان کے مفاد کو زک پہونچے وہ اپنی مثال آپ اور صرف اسلام ہی کا حصہ ہے۔

اسلام سے پہلے لوگ یتامی کے متعلق بڑی ناانصافیاں برتتے تھے۔ان کے اموال میں خرد برد کیا کرتے تھے۔ان کی جائیداد کو ہڑپ لیتے تھے اور اگر لڑکی یتیم

صاحب املاک ہوتو جائداد کو ہڑپ کرنے کی خاطر اس سے نکاح کر لیتے تھے اور جب کوئی شخص انتقال کر جاتا تو اس کی چھوٹی اولاد جو یتیم کہلاتی تھی وہ وراثت اور ترکہ سے محروم کر دی جاتی تھی اسلام نے ان کی خبر گیری، ان کی تعلیم وتربیت کا لحاظ کرنے، ان کے املاک کی حفاظت کرنے اور سن شعور کو پہونچنے کے بعد واپس کرنے اور اگر لڑکی ہوتو بعد از بلوغت مناسب جگہ بیاہ کر دینے کی ہدایات دی ہیں اور اس باب میں اس کے ٹھوس احکامات ہیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایجاز واختصار کے ساتھ نہایت انوکھے اور نرالے انداز میں بیان فرمایا ”کن لليتيم كالأب الرحيم“ (۱۹) تم یتیم کے لیے مہربان باپ بن جاؤ اور یتیم کی کفالت اور خبر گیری پر یہ عظیم الشان خوشخبری سنائی ”أنا و كافل اليتيم كهاتين وضم اصابعه“ (۲۰) میں اور یتیم کی خبر گیری کرنے والا ان کی طرح ہیں اور اپنی انگلیوں کو ملایا۔ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عزت والا گھر وہ ہے جس میں یتیم باعزت ہو اور ذلت والا گھر وہ ہے جس میں یتیم ذلیل ہو۔ (۲۱) اور اللہ تعالی نے نیک بندوں کے جن اوصاف حمیدہ کا ذکر قرآن میں کیا ہے ان میں یتیموں کی خبر گیری اور ان کے ساتھ حسن سلوک بھی ہے۔ چنانچہ سورۃ الدھر میں بیان فرمایا﴿وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (۲۲) اور یہ مسلمان مساکین، یتامی اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

ان کے ساتھ بدسلوکی روز جزاء کے انکار کا نتیجہ اور ثمرہ بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ (۲۳) اے نبی آپ کہہ دیجئے اس شخص کے بارے میں جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکا دیتا ہے اور مسکین کے کھلانے پر نہیں ابھارتا ہے۔ اور دوسری جگہ کفار سے خطاب کرتے ہوئے کہا گیا: كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾ (۲۴) ہرگز نہیں تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ہو اور اس کا موروثہ مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور دنیوی سیم وزر سے خوب محبت کرتے ہو۔

یتامی کے اموال کی نگہداشت: یتامی کے اموال کی نگرانی اور اس کی حفاظت ولی اور سرپرست کا فرض ہے اس میں تصرف اور خرد برد جائز نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا﴾ (۲۵) اور یتامی کو ان کے اموال دیا کرو اور پاک کمائی کو خبیث مال سے نہ بدلو اور ان کے اموال کو اپنے مالوں کے ساتھ نہ کھاؤ بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔ اور ایک جگہ وعید سناتے ہوئے دھمکی کے انداز میں کہا گیا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾ (۲۶) بے شک جو لوگ یتامی کے مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے ٹکڑے کھاتے ہیں اور یہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔ اور اگر یتیموں کے اموال کا سرپرست ذی حیثیت ہے تو اموال کی حفاظت میں حق خدمت بھی لینا بہتر نہیں ہے۔ لیکن اگر نادار ہے تو قوت لایموت کے طور پر لے سکتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا﴾ (۲۷) اور تم ان کے اموال کو اسراف وفضول خرچی سے نہ کھاؤ اس ڈر سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے اور تقاضہ کرنے لگیں گے۔ لہٰذا جو کوئی مستطیع ہے وہ رکے اور جو تنگدست ہے وہ معروف طریقے سے کھائے اور جب ان کا مال انہیں لوٹاؤ تو اس پر گواہ بناؤ اور اللہ حساب لینے والا ہے۔

اور یتیم بے سمجھ ہے اور عقل وشعور سے عاری ہے تو ایسی صورت میں انہیں ان کے اموال کو لوٹانا مال کا ضیاع اور اس کی تباہی وبربادی ہے جس سے آئندہ ان کی زندگی کو نقصانات ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمان باری تعالی ہے:﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ﴾ (۲۸) اور تم ان ناسمجھ یتیموں کو ان کا مال نہ لوٹاؤ جن کا ذمہ دار اللہ نے تمہیں بنایا ہے ان کو کھلاتے رہو اس میں سے اور پہناتے رہو اور ان سے بھلی بات کرو اور انہیں سمجھاتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہونچے اور ان کی سمجھ داری کا احساس تمہیں ہونے لگے تو ان کا مال انہیں لوٹاؤ۔

یتیم لڑکیوں کی شادی: دور جاہلیت میں عرب ذی املاک یتیم لڑکیوں سے شادی کر کے اس کے املاک پر قابض ہوتے تھے۔ اسلام نے اس سے روکا اور مناسب جگہ پر شادی کا حکم دیا۔ چنانچہ فرمان باری تعالی ہے:﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (۲۹) اگر تم کو یتامی کے متعلق خوف ہو کہ ان کے درمیان فیصلہ نہ کر سکو گے تو عورتوں میں دو یا تین یا چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ لیکن یہ حکم مطلق نہیں ہے بلکہ ضرورت اور حکمت اس بات کی داعی ہو کہ یتیم لڑکیوں سے نکاح کیا جائے تو صراحتا اس کی اجازت ہے چنانچہ فرمان خداوندی ہے:﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي

النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ یُفۡتِیۡكُمۡ فِیۡهِنَّ وَمَا یُتۡلٰی عَلَیۡكُمۡ فِی الۡكِتٰبِ فِیۡ یَتٰمَی النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا تُؤۡتُوۡنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الۡوِلۡدَانِ وَاَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡیَتٰمٰی بِالۡقِسۡطِ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیۡمًا﴾ (۳۰) ''آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے۔ کہ خود اللہ ان کے بارے میں حکم دے رہا ہے اور قرآن کی وہ آیتیں جو تم پر ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں پڑھی جاتی ہیں جنھیں ان کا مقرر حق تم نہیں دیتے اور انھیں اپنی نکاح میں لانے کی رغبت رکھتے ہو اور کمزور بچوں کے بارے میں اور اس بارے میں یتیموں کی کارگزاری انصاف کے ساتھ کرو۔ تم جو نیک کام کرو بلاشبہ اللہ اسے پوری طرح جاننے والا ہے۔''

حکومت کی آمدنی میں یتیموں کا حصہ: اسلامی حکومت کی آمدنی کے ذرائع مال غنیمت اور مال فے میں بھی ان کا حصہ رکھا گیا ہے اور یتامی کی امداد کی مذہبی شامل ہے۔ یہ صرف اسلام ہی ہے جس نے انفرادی طور پر یتیموں کی پرورش و پرداخت اور اس کے اموال کی نگرانی پر ہی نہیں ابھارا بلکہ حکومت کو ہونے والی آمدنی میں بھی ان کا پاس ولحاظ رکھا ہے۔ کیا دنیا کی کوئی قوم اور کوئی مذہب اس کی نظیر پیش کرسکتا ہے؟

چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰكِیۡنِ﴾ (۳۱) تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تم نے جو بھی مال غنیمت حاصل کیا ہے اس میں اللہ، رسول، رشتہ داروں، یتامی اور مساکین کا حصہ خمس ہے۔

اور اموال فے کے متعلق بیان فرمایا ہے: ﴿مَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ مِنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰی فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰكِیۡنِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ﴾ (۳۲) اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو بلا جنگ وقتال کے دیا ہے وہ اللہ، رسول، قرابتدار، یتامی، مساکین اور مسافرین کا ہے اور اس کے علاوہ اسلامی حکومتوں اور مملکتوں میں خلفاء کے ذمہ لاوارث یتامی کے اموال کی نگہداشت بھی ہے جیسا کہ کتب فقہ وفتاوی میں مذکور ہے۔

انسانی زندگی پر ان تعلیمات کا اثر: ان مقدس تعلیمات کا نتیجہ اور ثمرہ تھا کہ صحابہ کرام یتامی کی پرورش میں سبقت لے جاتے تھے اور ان کے دلوں میں ان کی محبت، خدمت اور دستگیری کے جذبات موجزن رہا کرتے تھے۔ چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک یتیم لڑکی کی پرورش کی تھیں۔ (۳۳) اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق آتا ہے کہ وہ کسی یتیم کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ (۳۴) اور انہیں مقدس تعلیمات کا اثر تھا کہ حکمرانوں نے ان کے تعلق سے الگ شعبے قائم کئے اور دارالایتام کی تاسیس کی چنانچہ ولید بن عبدالملک نے سب سے پہلا یتیم خانہ قائم کیا۔ (۳۵) اور اس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ذی استطاعت لوگوں نے انفرادی کوششوں سے دارالایتام بنوائے اور اس کے لیے جائدادیں وقف کیں۔ بعد ازاں اس کی تقلید میں مغربی ملکوں اور دیگر اقوام وملل میں بھی یتیم خانے قائم ہونے لگے بہر حال تقدم کا سہرا صرف مسلمانوں کے سر ہے اور وہ نتیجہ ہے اسلامی تعلیمات کا اور پھل ہے احکامات الٰہیہ کا۔

حواشی

(۱) دین رحمت، مولانا شاہ معین الدین ندوی (۲) سورۃ التکویر (۳) اسراء (۴) انعام (۵) سورہ ممتحنہ (۶) نحل (۷) بخاری (۸) بخاری (۹) بخاری/مسلم (۹) بخاری/ابوداؤد (۱۰) تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی (۱۱) الادب المفرد باب من کرہ أن یتمنی موت البنات (۱۲) بقرہ (۱۳) تحریم (۱۴) ترمذی ابواب البر والصلۃ (۱۵) ایضا (۱۶) رحمۃ للعالمین وغیرہ (۱۷) ترمذی ابواب البر والصلۃ (۱۸) دیکھئے کتب حدیث وسیرت (۱۹) الادب المفرد (۲۰) ترمذی (۲۱) الادب المفرد باب فضل من یعول یتیما (۲۲) الدھر (۲۳) ماعون (۲۴) الفجر (۲۵) سورہ نساء (۲۶) ایضا (۲۷) ایضا (۲۸) ایضا (۲۹) ایضا (۳۰) ایضا (۳۱) انفال (۳۲) حشر (۳۳) مسند احمد بن حنبل (۳۴) الادب المفرد (۳۵) تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق: 150 قیمت: Rs.200/-Net

ذکر الٰہی کی اہمیت وافادیت

جمیل احمد ضمیر اللہ سنابلی

ذکر الٰہی مغفرت اور اجر عظیم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے، وہ فلاح وکامرانی، ذہنی سکون اور قلبی اطمینان جیسی بیش بہا نعمتوں کا بھی ضامن ہے جنہیں مال وزر کے عوض کبھی خریدا نہیں جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کے اندر جابجا مومنوں کو اس بابرکت عمل کو انجام دینے کی تلقین کی ہے، اور مختلف اسلوب اور پیرائے میں انہیں اس کی اہمیت اور فضیلت سے روشناس کرایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ (احزاب:۴۱-۴۲) اے ایمان والو! اللہ کو خوب یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

ایک اور مقام پر حق تعالی ذکر الٰہی کا حکم دیتے ہوئے فرمارہا ہے:﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾ (البقرۃ:۱۹۸)

جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، اور اسے یاد کرو جس طرح کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، اگرچہ تم اس سے پہلے راہ بھٹکے ہوئے تھے۔

مزید ارشاد فرمایا:﴿فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (البقرہ:۲۰۰)

جب اعمال حج پورے کرلو تو اللہ کو اس طرح جس طرح اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

ان تمام آیات سے ذکر الٰہی کی اہمیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے، نیز ذکر الٰہی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالی بندہ کو یاد کرتا ہے، اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کا تذکرہ اپنے پاس موجود فرشتوں کے درمیان کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے:﴿فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ﴾ (البقرۃ:۱۵۲)

تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"لايقعد قوم يذكرون الله عزوجل إلاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده."(مسلم)

جولوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ عزوجل ان کا تذکرہ ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔(یعنی فرشتے)

معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والے فرشتوں کی حفاظت میں رہتے ہیں، رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن رہتی ہے اور فرشتوں کے درمیان خالق کائنات ان کا ذکر خیر کرتا ہے، اللہ تعالی نے اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حالت میں ذکر الٰہی کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ﴾ (النساء:۱۰۳) جب تم صلوۃ سے فارغ ہوجاؤ تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرو۔

ذکر الٰہی کے فوائد وبرکات

ذکر الٰہی اپنی جلو میں بے شمار فوائد اور ان گنت برکات وثمرات لیے ہوئے ہے اختصار کے ساتھ چند اہم فوائد وبرکات لائق ذکر ہیں۔

مغفرت الٰہی اور اجر عظیم سے سرفرازی: ذکر الٰہی کے نتیجے میں اللہ تعالی اپنے فضل ورحمت سے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:﴿وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (احزاب:۳۵) اور اللہ کو خوب یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو خوب یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ تعالی نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

کامیابی وکامرانی کا حصول: ذکر الٰہی کامیابی کا ضامن ہے، اس کی بدولت مصیبتوں کے بادل چھٹتے ہیں اور فلاح وکامرانی کے راستے ہموار ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (انفال:۴۵) اے ایمان والو! جب دشمن کے کسی لشکر سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ثبات قدمی سے کام لو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

نیز تاریخ شاہد ہے کہ طالوت اور جالوت کے درمیان ہوئی لڑائی میں لشکر طالوت کے لیے فتح وکامرانی کا راستہ ذکر الٰہی اور دعا ہی کے ذریعہ ہموار ہوا تھا، کیوں کہ جب طالوت اپنے لشکر کے ساتھ میدان کارزار میں آئے تو سب سے پہلے انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور سب نے مل کر اللہ تعالی سے دعا کی:﴿رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرۃ:۲۵۰) اے ہمارے رب! ہمیں صبر عطا فرما اور ثابت قدمی دے اور کافروں پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔

اسی طرح اسلام اور کفر کی پہلی جنگ "بدر" کے موقع پر مسلمانوں کا اپنی قلت تعداد اور جنگی ساز وسامان نا کے برابر ہونے کے باوجود کفار کو شکست فاش سے دوچار

کرنا اوران پر فتح وغلبہ حاصل کرنا ذکر الٰہی اور دعاء باری تعالیٰ ہی کا نتیجہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ بدر سے پہلے اللہ کے سامنے اتنی مناجات اوراتنی دعائیں کیں کہ آپ کی چادر آپ کے کندھے سے گرگر جاتی تھی۔

اللہ رب العزت نے ذکر الٰہی کی اس برکت کوایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایاہے﴿فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الجمعۃ:۱۰) جب نماز پڑھ لی جائے تو تم لوگ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق) کی تلاش میں لگ جاؤ اوراللہ کوکثرت سے یادکرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں ذکر الٰہی کوفلاح وکامیابی کا ضامن قرار دیا گیاہے، لہٰذا ایک مومن بندہ کوکبھی بھی اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے ورنہ کامیابی اس کے ہمرکاب نہ ہوگی اوراس کے سامنے ترقی کی راہیں مسدود ہوجائیں گی۔

ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کا حصول: ذکر الٰہی کے اہم ترین فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے اضطرابی کیفیت زائل ہوجاتی ہے، بے چینی وبے قراری سے نجات مل جاتی ہے، ذہنی سکون اور قلبی اطمینان جیسی عظیم نعمت نصیب ہوتی ہے، اللہ عزوجل نے ذکر کی اس برکت کوانتہائی موکد انداز میں بیان کیاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸) خبردار دلوں کوسکون اللہ کے ذکر ہی سے ملتاہے۔

ذکر الٰہی دنیا سے بے رغبتی پیدا کردیتی ہے، ذہن کی اسکرین پر تصور آخرت کے نقوش ابھر آتے ہیں، جن کی وجہ سے بندہ کے اندر خیر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، دنیاوی مال ومنال اور لذت فانی میں ضرورت سے زیادہ انہماک سے وہ یکسر کنارہ کش رہتا ہے اور یہی اخروی زندگی میں کامیابی کا راز ہے جو ایک سچے پکے مومن کا مطلوب ومقصود ہے، لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ہم ذکر الٰہی میں اپنی زبان کوتر رکھیں اوراس سے اپنے دلوں کی دنیا کو آباد رکھیں، اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین

ذکر الٰہی سے غفلت اور روگردانی کا انجام

ذکر الٰہی سے غفلت اوراعراض بے شمار ہلاکت خیزیوں کا شاخسانہ ہے۔

شیطان کا تسلط: اللہ کے ذکر سے غافل رہنے اوراس سے پہلوتہی کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان پر شیطان کومسلط کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ﴾ (زخرف:۳۶) اور جو رحمان کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے اس کے ساتھ ہم ایک شیطان لگادیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

جس شخص کے پیچھے شیطان لگ جائے تو اس کے لیے اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوسکتی ہے کیوں کہ شیطان ہرگام پر انسان کوگمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتاہے، اس کے لیے گمراہیوں کوخوشنما بنا کر پیش کرتاہے اور بندہ ذکر الٰہی سے غفلت کے نتیجے میں شیطان کے دام فریب میں مبتلا ہوجاتا ہے اوراس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کا شکار ہوجاتا ہے۔

ذکر الٰہی سے غفلت خسارہ اور گھاٹے کا سودا ہے: ارشادربانی ہے﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (المنافقون:۹) اے ایمان والو! تمہارے مال اورتمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جولوگ ایسا کریں گے (یعنی مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہوکر اللہ کے ذکر سے غافل ہوجائیں گے) وہی لوگ حقیقی معنوں میں گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مال واولاد کی اس قدر محبت جو بندہ کواس کے رب کی یاد سے غافل کردے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اوردنیوی واخروی خسارہ کا اولین سبب ہے۔

سکون قلب کی دولت سے محرومی: جب دل اللہ کی یاد سے خالی ہوتو وہ طرح طرح کے خیالات اورتصورات کا آماجگاہ بن جاتا ہے، مختلف قسم کے افکار وخیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آنے لگتی ہے اور عیش وعشرت کے تمام تر وسائل کے فراہم ہونے کے باوجود سکون نہیں ملتاہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا﴾ (طٰہٰ:۱۲۴) اور جوشخص میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور قیامت کے دن اسے ہم اندھا اٹھائیں گے، وہ کہے گا، میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا دنیا میں تو میں خوب دیکھنے والا تھا، اللہ کہے گا، اسی طرح تمہارے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو تم نے انہیں بھلا دیا تھا اسی طرح آج تم بھلا دیئے جاؤ گے۔

مذکورہ آیت کریمہ کے اندر زندگی کی تنگی سے بعض نے عذاب قبر اور بعض نے وہ قلق واضطراب، بے چینی اور بے کلی مراد لی ہے جس میں اللہ کی یاد سے غافل بڑے بڑے دولتمند مبتلا رہتے ہیں۔ (ترجمہ قرآن مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر وحواشی حافظ صلاح الدین یوسف، تفسیر سورہ طٰہٰ، آیت ۱۲۴)

چنانچہ آج دولت کی ریل پیل اور ہر قسم کی مادی آسائش مہیا ہوتے ہوئے بھی دلوں کا سکون غارت ہے، تقریبا ہر چہرے پر ــــ الا ماشاء اللہ ــــ بے چینی وبے قراری کا سماں نظر آتا ہے۔ رات ہے کہ ہجوم افکار کی نذر ہوچکی ہے، آنکھیں نیند سے آشنا نہیں ہوتیں، نیند کی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لیے نیند آور گولیاں اور دوائیں استعمال کی جاتی ہیں اوردن ہے کہ مادی استحکام کی تگ ودو اور حصول زر کی پیہم کدوکاوش کی نذر ہوچکا ہے، نہ دن کے اجالے میں سکون اور نہ رات کے اندھیرے میں اطمینان، انتہائی تشویشناک صورت حال ہے آج کی اس دنیا میں، کیا آپ نے

کبھی غور کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ اگر میں یہ کہوں تو حقیقت سے سرِ مو انحراف نہ ہوگا کہ یہ سب کچھ اللہ کے ذکر سے روگردانی، اس کی یاد سے غفلت اور اخروی زندگی کے بارے میں بے فکری اور فانی زندگی سے حد درجہ لگاؤ کا نتیجہ ہے، جس کی بنا پر ہم میں کا ہر ایک شخص سکون واطمینان کی دولت سے محرومی کا رونا رو رہا ہے اور بے چینی و بے قراری کا تلخ گھونٹ حلق سے نیچے اتارنے پر مجبور ہے۔

اگر آپ حقیقی معنوں میں سکونِ دل کی نعمت سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہیں تو ذکر الٰہی کو لازم پکڑیئے، اس کو حرزِ جاں بنائے رکھئے، تسبیح وتہلیل، تحمید وتکبیر اور تلاوت قرآن مجید کا اہتمام کیجئے، یقین مانئے آپ اللہ کے فضل ورحمت سے بہرہ مند ہوجائیں گے، اللہ عزوجل کا فرمان کبھی جھوٹا نہیں ہوسکتا ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

ذکر الٰہی کے طریقے

ذکر الٰہی بذریعۂ صلاۃ: صلوٰۃ دین اسلام کا ایک عظیم رکن ہے اس کو قائم کرنا ہر مکلّف مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، اس پر مداومت برتنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے پر بڑی وعیدیں سنائی گئی ہیں، نیز اس کو مختلف بھلائیوں کا ذریعہ بتایا گیا ہے جن میں سے ذکر الٰہی بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ﴾ (طٰہٰ:۱۴) اور مجھے یاد کرنے کے لیے صلوٰۃ قائم کیجئے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ کو یاد کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا منکر ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن تفسیر سورہ طٰہٰ ص:۸۹۱)

نیز قرآن حکیم کے اندر ایک اور مقام پر صلوٰۃ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے یہ حقیقت طشت از بام ہوجاتی ہے کہ صلوٰۃ سراپا ذکر الٰہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعۃ:۹) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن صلوٰۃ کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کو یاد کرنے کے لیے تیزی سے لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو اگر تم سمجھتے ہو تو ایسا کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

ذکر الٰہی بذریعہ تلاوت قرآن مجید: قرآن کریم جن وانس کی ہدایت کے لیے عزوجل کی طرف سے اس کے آخری رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ ایک عظیم الشان کتاب ہے جو سراپا عبرت وموعظت ہے، اس کی تلاوت ذکر الٰہی کا ایک بہترین ذریعہ ہے کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار اور اس کے ساتھ شرک سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تقرب الٰہی کے حصول کے طریقے بتائے گئے ہیں، لہٰذا جب کوئی سچا پکا مومن صدق دل سے اس کی تلاوت کرے گا تو شعوری طور پر رب تعالیٰ کی وحدانیت کا معترف ہوگا، اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے اس کی مرضی کے مطابق کام کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے کی حتی المقدور سعی کرے گا، الغرض ذکر الٰہی سے جو اہم ترین مقاصد مطلوب ہیں وہ قرآن مجید کی تلاوت میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہوتے تھے تو ان میں کا ایک قرآن پڑھتا اور باقی لوگ سنتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہتے (ذکرنا ربنا) ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ، چنانچہ وہ قرآن پڑھتے اور حضرت عمر سنتے تھے۔ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن تفسیر سورہ بقرہ ص:۸۵)

شرعی اذکار اور دعاؤں کا ورد کرکے اللہ کا ذکر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد احادیث کے اندر اپنی امت کی بہت سارے ایسے اذکار اور دعاؤں کی طرف رہنمائی کی ہے جن کا ورد کرکے ایک مومن بندہ ذکر الٰہی کا عمل بآسانی انجام دے سکتا ہے اور ان اذکار اور دعاؤں کے ثواب سے اپنی نیکیوں کی جھولی کو بھر سکتا ہے، ذیل میں چند اہم اذکار اور دعاؤں کو ان کے ثواب کے بیان کے ساتھ ذکر کیا جارہا ہے۔

وضوء کے بعد کی دعا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وضو کرنے کے بعد "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ" پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔ (مسلم)

سبحان اللہ وبحمدہ: بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ ہر روز سو بار "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" پڑھنے سے سب گناہ (صغیرہ) معاف ہوجاتے ہیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دو ایسے کلمے ہیں جو اللہ کے نزدیک بہت پیارے ہیں، زبان پر بہت (یعنی ادائیگی میں) ہلکے (آسان) ہیں، لیکن میزان میں بھاری ہوں گے وہ دو کلمے "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ" ہیں۔ (بخاری ومسلم)

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ: اس کلمے کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ چاروں کلمے آسمان وزمین کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔ (مسلم)

سید الاستغفار: "اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ" اس دعا کو سید الاستغفار کہا جاتا ہے جس نے شام کو اسے پڑھا اور اسی شام کو مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر صبح پڑھا اور صبح ہی مر گیا تو جنتی ہوگا۔ (مسلم)

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان

مولانا عنایت اللہ تیمی

بہار کی معروف ملی، سماجی اور جماعتی شخصیت ظفیر عالم علیگ - حیات وخدمات

اپنے ابتدائی تعلیمی دور اور ایام طفولیت سے ہی میں جن اہم بستیوں اور اُن کے باسیوں کا ذکر خیر سنتا آیا ہوں اُن میں امواماہواوا کا نام نامی بھی بار بار مختلف حیثیتوں اور حوالوں سے کانوں میں پہنچتا اور گونجتا رہا اور وہاں کے علمی خانوادوں، علماء ومعلمین اور ہونہار وذہین طلبہ کے ذکر جمیل اور بسا اوقات ملاقات بات کا موقع بھی میسر ہوتا رہا اور ہر باران ہر دو بستیوں کی محبت وحیثیت روز بروز دل ودماغ میں رچتی اور بستی چلی گئی۔ گرچہ ایک مدت مدید تک میں امواماہواوا کو ضلع سیتامڑھی ثم شیوہر کا ایک ہی اہم گاؤں سمجھتا رہا۔ وہ تو مدتوں بعد انکشاف ہوا کہ یہ دونوں دو اہم اور مستقل بستیاں ہیں جن کے باشندگان اپنے اپنے طور پر اپنا اہم، مستقل اور باوقار مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔ جس طریقے سے میری طالب علمانہ معلومات میں یہ بات جاگزیں تھی کہ کتاب وسنت کے احیاء، آزادی وطن کا ہراول دستہ اور جمود وتعطل کے خاتمے کا پیش خیمہ تحریک شہیدین کے نامور خلیفہ محترم حافظ محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان کے خانوادے اور دیگر خاندان اور قبیلے کے حضرات ہیں، اسی طرح ایک نامی گرامی نام ابتدا ہی سے ''ظفیر بابو'' کا بھی سنتا رہا۔ اور ان کی مختلف خوبی، سخاوت وفیاضی، دلیری، صبر واستقامت اور شرافت کا چرچا بھی ہمیشہ کانوں اور زبانوں میں رچا بسا اور جاری وساری رہا۔ لیکن مدتوں تک نہ ہی اس دیار مرغوب ومطلوب کا دیدار ہوسکا اور نہ ہی زیارت واقامت کا موقع اور وقت میسر ہوسکا۔ گرچہ مرور ایام کے ساتھ وہاں کے ہونہار اور لائق وفائق طلبہ سے روز افزوں ہم نشینی، ہم درسی، ہم سبق اور ہم نوالہ وہم پیالہ ہونے اور مختلف مدارس وجامعات میں مصاحبت ورفاقت کے ایسے خوش گوار اور پائیدار ایام گزرے کہ گویا امواماہواوا کے در ودیوار، کوچۂ وبازار اور افراد واشخاص سے بھرپور آشنائی اور دید وشنید ہو۔ دور طالب علمی سے گزر کر تدریس کی گیارہ سالہ زندگی میں بھی میری باوجود انتہائی خواہش، بہت سی پر کشش تقریبات ومناسبات اور جماعت کے بطل جلیل اور خطیب بے مثال مولانا حکیم معاذ سلفی، معروف مربی ومنتظم مولانا عمیس سلفی، مولانا داؤد سلفی رحمہم اللہ جیسے بزرگوں سے انتہائی عقیدت واحترام تعلق ولگاؤ اور بہت سے اصحاب اور احباب برادر گرامی مولانا نیاز احسن سلفی رحمہ اللہ، مولانا عبدالوکیل سلفی، مولانا ممتاز احمد عبداللطیف مدنی، ڈاکٹر محمد ارشد فہیم الدین مدنی، مولانا عبدالمانع سلفی، مولانا ابوالقیس عبدالعزیز مدنی، مولانا سمیع اللہ عمری، مولانا حسان سلفی، مولانا عمیس سلفی منظری، مولانا امیر الحسن، مولانا جمال الدین مدنی، مولانا رضوان سلفی، وغیرہ حفظہم اللہ سے انتہائی لگاؤ ومحبت اور کشش کے باوجود نیز بہت سے تلامذہ واعزہ جیسے مولانا عبدالنور سلفی، مولانا صغیر سلفی وغیرہ سلمہم اللہ جیسے ہونہار عزیزوں کی قدر دانی اور ذاتی رغبت وخواہش کے باوجود مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی اہم اور مشغول ترین ذمہ داری سنبھالنے کے بہت عرصے بعد ہی امواماہواوا کی تاریخی بستیوں کی طرف رخ کرنے کا مختصر ترین موقع مدرسہ ثنائیہ مہواوا کے اجلاس عام کی مناسبت سے میسر آیا۔ لیکن اس مناسبت سے بھی مزید سفر کے مراحل ومہمات پیش نظر ہونے اور تنگ دامانی وقت کی وجہ سے باوجود شدید خواہش ظفیر بابو سے میری یاد کی حد تک ملاقات وبات کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔ لیکن "كل شئى مرهون بوقته" کے تحت سیتامڑھی مہسول چوک کی تاریخی جامع مسجد اہل حدیث اور مدرسہ عزیزیہ کی زیارت کی مناسبت سے آپ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور پھر متعدد ملاقاتیں ہوئیں اور ہر ملاقات میں آپ کی سیاسی، سماجی اور دیگر حیثیتوں سے جو وقار اور احترام مرے دل میں تھا اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ خصوصاً آپ کی جماعتی غیرت، دینی حمیت اور مدارس سے محبت اور اپنائیت نے مجھے آپ کا بہت زیادہ گرویدہ اور ممنون ومشکور بنا دیا۔ آج جب عزیزم جناب عنایت اللہ تیمی سلمہ نے اس عظیم شخصیت جناب ظفیر عالم صاحب علیگ عرف ظفیر بابو کے بارے میں یہ مختصر سی تحریر جماعت کے محبوب آرگن پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کو ارسال کیا تو مجھے بے حد خوشی ہوئی اور ان کے شکریے کے ساتھ اُسے حوالۂ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔ اس امید کے ساتھ کہ ان ہر دو بستیوں کے علماء واصحاب قلم وہاں کی قدیم وجدید شخصیات پر اپنی بھرپور اور تفصیلی تاریخ وسوانح نگاری سے قارئین کرام کو محظوظ فرماتے رہیں گے اور ظفیر بابو رحمہ اللہ کے پسماندگان، فرزندان وعزیزان "الولد سر لأبيه" اور عظیم مورث اور غیور سلف کے بہترین وارث اور خیر خلف کا کردار ادا کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ

(اصغر علی امام مہدی سلفی)

موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہیں ہے۔ جو بھی اس دار فانی کے اندر آیا ہے اس کو اپنی متعینہ مدت گزار کر عالم عقبی کی طرف کوچ کر جانا ہے۔ اللہ تعالی کا اصول ہے ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (آل عمران: ۱۸۵) ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس الٰہی دستور کے مطابق ہر آن اس غیر ابدی جہاں سے کوئی نہ کوئی رخصت ہوتا رہتا ہے۔ مگر ان رخصت ہونے والوں میں کچھ باکمال شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے آثار ونقوش سطح گیتی پر ایسے ثبت ہو جاتے ہیں کہ وہ تا دیر قائم رہتے ہیں اور لوگوں کو اپنی عدم موجودگی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ ایسی ہی شخصیتوں میں سے ایک بابو ظفیر عالم صاحب علیگ کی ذات گرامی تھی، جو ہمہ جہت صفات وکمالات سے متصف تھی۔ ان کی ذات ایک انجمن تھی جو اپنے اندر متعدد خوبیاں سموئے ہوئی تھی۔ وہ اپنے علاقہ کے ایک ذی حیثیت شخص تھے۔ وہ مسلمانوں کی آن بان اور شان

تھے۔وہ جماعت اہل حدیث کے ایک مخلص اور متدین فرد تھے۔وہ ایک باشعور سیاست داں اور تعلیم یافتہ لیڈر تھے۔وہ فکر ونظر میں پختہ اور غور وفکر میں صائب تھے۔متانت وسنجیدگی کے پیکر اور حلم و بردباری کی مثال تھے۔شگفتہ لب ولہجہ اور شیریں گفت وشنید کے خوگر تھے۔مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک اور اخلاق وکردار کے مجسم تھے۔آواز میں نہ کرخ تھی اور نہ ہذیانیت کہ بات ہی سمجھ میں نہ آئے۔زبان صاف اور شستہ تھی۔اردو زبان پر اتنی اچھی گرفت تھی کہ جب گفتگو کرتے تو لگتا تھا کہ جیسے ایک باکمال ادیب لب کشائی کررہا ہو۔جا بجا اپنی گفتگو میں شعرا کے چنندہ اشعار وابیات سے استدلال کرتے اور ایسے بولتے جیسے لبوں سے موتی ٹپک رہے ہوں۔بقول شاعر:

سنا ہے بات کرتے ہیں تو لبوں سے پھول جھڑتے ہیں
چلو جب بات ایسی ہے تو ان سے بات کرتے ہیں

آپ سخاوت وفیاضی اور ضیافت ومہمان نوازی میں پیش پیش رہتے تھے۔ان کے دروازے سے کوئی سائل خالی ہاتھ لوٹ کر نہیں جاتا تھا۔ان کے جود وسخا کے آثار ونقوش آج بھی قرب وجوار میں بکھرے پڑے ہیں جو ان کے اس دار فانی سے چلے جانے کی یاد دلاتے ہیں۔

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی   کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

نام ونسب : آپ کا نام ظفیر عالم اور والد ماجد کا نام ثناء اللہ تھا جو علاقہ میں صاحب کے نام سے معروف تھے۔والدہ کا نام رسولن بیگم ہے۔والدین نہایت ہی نیک مزاج ، شریف الطبع اور علاقے کے سب سے بڑے اور معروف زمیندار تھے۔تقریبا سوا ایکڑ زمین کی ملکیت رکھتے تھے۔یہاں کے شیوہر ضلع میں اتنی بڑی اراضی کا مالک مسلمانوں میں دور دور تک نہ سننے کو ملتا ہے اور نہ دیکھنے کو۔اسی لئے ظفیر عالم صاحب کو لوگ ''بابو ظفیر عالم'' کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

پیدائش اور نشوونما : موصوف 1929 میں بہار کے سیتامڑھی ضلع اور موجودہ شیوہر کے مردم خیز بستی مہوا میں پیدا ہوئے۔یہ اس وقت کی بات ہے جب ہمارا ملک انگریزوں کا غلام تھا اور ملک میں پورے جوش وخروش کے ساتھ آزادی کی لڑائی لڑی جارہی تھی۔آپ اپنے والدین کی اکلوتی نرینہ اولاد تھے۔چونکہ آپ نے دولت وثروت کی آغوش میں آنکھیں کھولیں اس وجہ سے بڑے ہی ناز ونعم میں پرورش وپرداخت ہوئی۔

تعلیم وتربیت : موصوف کا گھرانہ متمول تھا،کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔اس لئے تعلیم وتربیت میں کسی طرح کی رکاوٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ابتدائی تعلیم اس وقت کے رواج کے مطابق گھر پر ہی ہوئی۔پھر اعلی عصری تعلیم کے حصول کے لئے بہار کے معروف تجارتی شہر مظفر پور کا قصد کیا اور وہیں رہ کر ضلع اسکول مظفر پور سے میٹرک کا امتحان اعلی نمبرات کے ساتھ پاس کیا۔پھر وہیں سے اعلی ثانوی یعنی انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیا اور اچھے مارکس کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس سے آگے کی تعلیم کی حصول کے لئے اتر پردیش کے معروف علمی شہر علی گڑھ کا رخت سفر باندھا۔اور وہاں کی عالمی شہرت یافتہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور وہاں تین سال گزار کر گریجویشن کی سند حاصل کی۔قابل ذکر ہے کہ آپ کے ایک فرزند طارق ظفیر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

ملی خدمات: جناب بابو ظفیر عالم کی شخصیت شمع کے مانند تھی جو خود جل کر دوسروں کو روشن کرتی ہے اور اپنے آس پاس کو مستفید کرتی ہے۔وہ ہمیشہ اپنے آپ کو قوم وملت کے لئے سودمند بنانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔لوگ بھی ان کی ذات سے حتی الامکان فائدہ اٹھاتے تھے۔گویا وہ زبان حال سے کہتے تھے:

میں چراغ رہ گزر ہوں مجھے شوق سے جلاؤ

موصوف ہندوستان کی قدیم ومشہور سلفی درسگاہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ، بہار کی ورکنگ کمیٹی کے ایک زمانے تک رکن تھے۔مدرسہ دارالتکمیل مظفر پور کے صدر بھی تھے۔اسی طرح وہ جامعہ امام ابن تیمیہ مدینۃ السلام چندن بارہ کی مجلس شوری کے رکن تھے۔مدرسہ مدنی بسیہا شیخ کے لمبی مدت تک سکریٹری رہے۔مدرسہ عزیزیہ سیتامڑھی کے صدر رہے اور مدرسہ ثنائیہ مہوا،شیوہر کے صدر اور سکریٹری دونوں رہے۔انہوں نے اپنے زمانے میں مدرسہ کو تعمیر وترقی دلانے میں بہت اہم رول ادا کیا۔اس کے سسٹم اور نظام تعلیم کو معیاری بنانے کی بھر کوشش کی۔۱۹۷۲ء میں انہوں نے مدرسہ کو اپنی جائداد میں سے دس کٹھہ زمین وقف کیا۔اسی طرح پپراہی بلاک میں موجود اپنی بستی مہوا میں رسولن ثناء اللہ اردو سینئر سکنڈری اسکول کے لیے ایک ایکڑ اراضی دینے کا کام کیا ۔ان کی خواہش تھی کہ سماج کا ہر ایک فرد تعلیم یافتہ ہو اور جہالت کی تاریکی سے دور ہو۔اسی لئے وہ ہمیشہ تعلیم گاہوں سے جڑے رہے،اور دامے درمے سخنے ان کی خیر وبھلائی کے لئے کوشاں رہے۔

سیاسی خدمات :موصوف نے جہاں تعلیمی میدان میں نمایاں کارنامے انجام دئے وہیں سیاست میں بھی غیر معمولی کردار ادا کیا۔ان کا شمار علاقے کے چوٹی کے لیڈروں میں ہوتا تھا۔وہ لوک دل پارٹی اور اس کے بعد جنتا دل پارٹی کے سیتامڑھی حلقہ کے ضلعی صدر کے عہدہ پر فائز رہے۔وہ سمتا پارٹی کے ریاستی کاریہ سمیتی کے صدر بھی رہے۔1967 میں انہوں نے بہار اسمبلی کا شیوہر سے انتخاب لڑا ،جس میں انہیں ہار کا سامنا کرنا پڑا۔اس کے بعد 1977 اور 1980 میں پھر مرکزی وریاستی وزیر کے خلاف بہار اسمبلی کا الیکشن لڑا لیکن کچھ لوگوں کی سازش کے نتیجے میں جیت یقینی ہونے کے باوجود انہیں ہار کا منہ دیکھنا پڑا۔اس کے بعد انہوں نے پھر الیکشن لڑنے سے توبہ کرلی اور آخری وقت چناؤ نہیں لڑا۔لیکن ہار اور جیت سے پرے ہوکر وہ لوگوں کے درمیان کافی مقبول رہے اور اپنی سماجی وملی اور جماعتی خدمات کے ذریعہ لوگوں کا پیار ومحبت پاتے رہے۔

غیر مسلموں میں مقبولیت :غیر مسلموں کے یہاں بھی آپ بہت مقبول تھے اور وہ آپ کو اپنا رہنما مانتے تھے۔مہوا کے پڑوس میں ہی ہندوؤں کی بہت بڑی جائداد ہے جسے بیسا ہی مٹھ کے نام سے جانا جاتا ہے۔دس سال تک آپ اس مٹھ کے انچارج رہے اسی مٹھ کی زمین میں آج نوودے اسکول کیندریہ اسکول کستوربا اسکول موجود ہے۔

وفات :موصوف انتقال سے قبل کئی مہینوں تک بستر علالت پر تھے اور علاج و معالجہ کے سہارے زندگی گزار رہے تھے۔لیکن ہر ایک انسان کی عمر متعین ہے اور اسے ایک دن یہ جہاں چھوڑ کر جانا ہے، چنانچہ انہوں نے بھی وقت موعود 28 نومبر 2019 کو اپنی عمر عزیز کی تقریبا نوے بہاریں دیکھ کر الہی پکار پر لبیک کہا اور اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ان کے جنازے کی نماز ان کے آبائی گاؤں میں ہوئی جس میں ہزاروں لوگوں نے شریک ہوکر ان کے لیے دعائے مغفرت کی۔پسماندگان میں اہلیہ پانچ صاحبزادے رئیس الاعظم، آفتاب عالم، طارق، وامق اور راغب اور دو بیٹیاں ہیں۔سارے صاحبزادگان عملی میدان میں عظیم باپ کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں۔دعاء ہے کہ پروردگار عالم ان کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔آمین تقبل یارب العالمین۔ ☆☆

فارسی زبان کے ماہر استاذ ومربی مولوی ہارون رشید صاحب کا انتقال پُر ملال

نہایت رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ میرے چچا اور مدرسہ منظور العلوم بلیرامپور، مغربی چمپارن کے سابق مدرس، میرے والد ماجد رحمہ اللہ کے اکلوتے پھوپھی زاد بھائی اور میرے بچپن کے استاذ وخصوصی مربی جناب مولانا ہارون رشید صاحب جو چند سالوں سے سخت علیل تھے، قضائے الٰہی سے بتاریخ 28 اگست 2020ء شب کے تقریباً ایک بجے انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ہارون رشید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا۔ مولانا طویل علالت کے باوجود بڑے صابر وشاکر اور راضی برضا تھے۔ اعلیٰ اخلاق وکردار سے متصف اور پابند شرع تھے۔ ایک کامیاب معلم اور روایتی اقدار وروایات کے حامل مربی تھے۔ دورانِ طالب علمی ان کی سخت نگرانی اور کڑی تربیت نے منجملہ دیگر طلبہ کے مجھے تعلیمی میدان کے اتار چڑھاؤ، نشیب وفراز اور بہت سی منفی ولایعنی صحبتوں اور روش سے محفوظ رکھا۔

ان کی سخت نگرانی، محبت آمیز سختی اور خشمگیں مگر دلنواز نگاہیں میری رہنمائی کا سبب بنیں۔ طالب علمی کا زمانہ اور طفلانہ سن وشعور کے ایام میں اگر آپ کی ہدایات، سختی اور نرمی مشعل راہ نہیں بنی ہوتی تو دیگر بہت سے ہمدرسوں اور ساتھیوں کی طرح میں بھی تعلیم کے راستے سے مچل اور بچل گیا ہوتا۔ بظاہر جو عافیت وسہولت اور ترقی وتعلیم کی راہ بہتوں نے اپنائی اس روش پر چل کر میں بھی کہیں نہ کہیں ٹھوکریں کھا کر یا گوشۂ عافیت میں پڑ کر اپنے آپ کو سنبھال نہیں پایا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فضل وکرم سے ہوتا ہے، مگر ظاہری اسباب اور ذرائع اور وسائل اور داخلی اور خارجی عناصر ووجوہات بھی اسی تقدیر اور توفیق کے تابع ہو کر انسانی زندگی کے ہر مرحلے میں مؤثر عوامل ثابت ہوتے ہیں۔ انھیں میں سے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی بسا اوقات تعلیم وتربیت کے معاملے میں سختی، بے پناہ لاڈ وپیار اور فراخ دلی کے ساتھ راحت رسانی اور دادا جان کی وسعت قلبی، اعلیٰ ظرفی اور دور اندیشی کے درمیان والدہ ماجدہ رحمہا اللہ کی شفقت آمیز سختی اور دل پر پتھر رکھ کر جبر واکراہ کے ساتھ بڑے ماموں جان جناب عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے ہمراہ بسوئے مدرسہ روانہ کرنے کی عظیم ہمت وحوصلہ اور بڑی فکر وآگہی کا نتیجہ رہا کہ چمپارن کے اکلوتے مگر عظیم وزرخیز اور مس خام کو کندن بنانے کے قابل وماہر مادر علمی مدرسہ منظور العلوم جیسے سلفی ادارہ تک پہنچا جہاں پہنچنا میرے لیے متعذر تھا۔ اور کسی کے وہم وگمان میں یہ نہ تھا اور نہ کبھی کسی کے حاشیۂ خیال میں یہ بات گزری تھی کہ اپنے قریب ترین اور خاندانی طور پر مدعّم ومؤسس نامور مدرسوں کو چھوڑ کر بلی رام پور کے اس دور افتادہ اہل حدیث مدرسے کی طرف یہ بچہ رخ کرے گا جس کے منہج وفکر کے بارے میں اہل خانہ کو کوئی خبر نہ تھی۔ پھر وہاں پہنچ کر کے اداسی، مایوسی اور نامانوسیت کی جو حالت وکیفیت تھی اس میں چند گھنٹے ٹک پانا ایک بالکل ہی طفل مکتب کے لیے انتہائی دشوار اور بے حد دل فگار تھا۔ مگر اللہ جل شانہ جو اپنے فضل واحسان اور انعام کے ذریعہ ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام کو جنت جیسی جگہ سے نکال کر خلافت ارضی اور ابوالانبیاء ہونے کا شرف بخشا، نوح علیہ السلام کو سفینۂ نجات عطا فرمادیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ کی سب سے مقدس سرزمین عطا فرمادی اور سید المرسلین والآخرین خاتم النبیین اور ہمارے سب سے محبوب ترین نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو مشرکین مکہ کے نرغے سے نجات دے کر طیبۃ الطیبہ مدینہ منورہ کی پاک سرزمین پر تمکن وسرفرازی عطا فرمادی اور سب سے بڑے مظلوم کو رحمۃ للعالمین ہونے کا شرف بخش دیا وہ اک حقیر سے بچے کو ماں کے آغوش محبت وشفقت اور باپ کے سایہ عاطفت ورحمت اور راحت اور انہار وباغات کی پرفضا سرزمین سے نکال کر ایک نامانوس جگہ میں پہنچا دیا اور وہاں مشفق اساتذہ اور اچھے طلبہ خصوصاً مشفق استاذ اور چچا ماسٹر داؤد صاحب حفظہ اللہ اور مربی ومرشد چچا مولوی ہارون رشید صاحب اور ان کی بہنوں اور سب کی سرپرست ہماری دادی (والد ماجد کی پیاری پھوپھی جان) وغیرہم کی شفقت کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا تو کوئی لائق تعجب بات نہیں ہے۔ ولیس ذلک علی اللہ بعزیز۔

اور یوں ہم علم دین کے واسطے مرکز بنے مدرسہ منظور العلوم بلی رامپور میں رہ کر وہاں کے مشفق ومحنتی اور مخلص اساتذہ خصوصاً مولانا شفیق عالم سلفی غوث نگری، مولانا نیاز احمد صاحب فیضی، مولانا عبدالخالق صاحب سلفی نیپالی، مولانا ماسٹر عیسیٰ صاحب، ماسٹر فیاض صاحب، مولانا یسین صاحب اثری، مولانا عبداللہ صاحب فیضی نیپالی، استاذ گرامی قدر مولانا احمد مجتبیٰ صاحب سلفی ومدنی، ماسٹر حضرت علی، ماسٹر رؤف الاعظم اور مولوی حیدر علی حفظہم اللہ اور محترم جناب مولانا عبدالحنان صاحب قاسمی لہسنیاوی، محترم جناب مولانا عبدالغفور صاحب نیپالی، محترم جناب مولانا محمود عالم صاحب عمری، مولانا ادریس صاحب فیضی وغیرہم رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ سے اپنی بے بضاعتی اور نااہلی کے باوجود ان کے ارشادات اور دعاؤں کی بدولت کسی قدر علمی شد بد حاصل کر سکے اور بعد کے مراحل بھی انہی کے ارشادات وہدایات کی روشنی اور دعاء کی برکت اور اثر سے طے کرتے ہوئے چند ٹوٹے پھوٹے اور چھوٹے موٹے نیک کام انجام دینے کی توفیق سے نوازے جا رہے ہیں۔ اس امید کے ساتھ کہ اللہ جل شانہ الاحد

الصمد اپنی رحمت بیکراں سے شرف قبولیت بخش دیں گے اور میرے لئے اور میرے والدین ماجدین رحمہم اللہ، تمام ہی اساتذہ گرامی قدر اور جملہ اقارب واصدقاء اوراصحاب کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں گے۔خصوصاً ہمارے استاذوعم گرامی مولوی ہارون رشید رحمہ اللہ وغیرہ کے لئے جنہوں نے ہماری رہنمائی مدرسہ بلی رامپور سے مادرعلمی جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو میں منتقل ہونے، وہاں سے مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس میں زیرتعلیم رہنے، پھر جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں خوشہ چینی کرنے اور پھر ہندوستان لوٹ کر جامعہ سلفیہ میں تدریس وتبلیغ وتحریر کرنے تک مخلصانہ اور مشفقانہ رہنمائی اورحوصلہ افزائی فرماتے رہے۔آپ کا یہ بڑا بڑپن تھا کہ استاذ ومربی اور چچا ہونے کے باوجود جہاں آپ مجھے بے حد عزیز رکھتے تھے۔وہیں شروع سے ہی اکرام واعزاز کا معاملہ بھی فرماتے تھے۔جسے میں قدردانی، ہمت افزائی اور تشجیع کا نام دیتا تھا۔

ہمارے یہ چچا جان اپنے ماں باپ کے اکلوتے نرینہ اولاد تھے۔سات ماموؤں اورایک خالہ کے بیچ تنہا بھانجا تھے۔۲۹ ماموں زاد بھائیوں اوراُسی قدر میری بہنوں کے اکلوتے عمہ زاد تھے اورایک صد سے زیادہ بھتیجوں اوراُسی قدر بھتیجیوں کے چچا تھے اورسب پراپنا حق سمجھنے کے بجائے اپنے اوپر سب کا حق مانتے اورگردانتے تھے اورحتی الامکان اسے اداکرنے کی سعی فرماتے تھے۔

بہرحال آپ کی ہمت وعزت افزائیوں کا سلسلہ جاری تھا کہ اچانک اطلاع ملی کہ آپ کے انتقال کا سانحہ پیش آگیا۔کیا پتہ تھا کہ ہم ان کی اہلیہ اوراپنی چچی جان کی موت کے بعد چچا کی خدمت میں تعزیت کرنے کچھ ایام قبل حاضر ہوئے تھے تو یہ آخری ملاقات ثابت ہوگی اور دوسری ملاقات کے بجائے کندھوں پران کا جنازہ اٹھانے، ان کی میت پراتنا جلد نماز جنازہ پڑھانے اوراپنے ان لرزتے ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارنے کے صدمات سے دوچار ہونے کی نوبت آجائے گی۔اناللہ واناالیہ راجعون۔ گلہ ہی کیا ہے مولائے کریم ہی نے دیا تھا اسی نے لے لیا۔ہمارے چچا جان بھی کیا جماعت وملت کے کیسے کیسے اساطین ومحبین جن کی حقیقت میں اس ملک وملت اور جماعت کوضرورت تھی وہ اللہ والے تھے اوران کے خواستگاروں اورسوگواروں کا ایک عالم آباد ہے وہ چلے گئے اورہم ناکارہ ان کا سوگ منانے کے لئے رہ گئے۔اے اللہ! ہم تیرے فیصلہ سے راضی ہیں۔مولا! ہمیں صبر واجر دے، ان کے تمام پسماندگان خصوصاً ان کی پیاری بہن زینت النساء پھوپھی جان، بیٹوں مولوی بدرعالم سلفی، صدرعالم اورشاہنواز عالم اور بیٹیوں جمال آرہ، جہاں آرا، نشاط آرا کوصبر وسلوان عطا فرما، ان کی مغفرت فرما اور جنت الفردوس کا مکین بنا۔آمین یارب العلمین۔احباب جماعت اورعامۃ المسلمین سے چچا اور چچی کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

(غمزدہ وسوگوار: اصغرعلی امام مہدی سلفی)

(بقیہ صفحہ ۲۵ کا)

مذکورہ بالا دعاؤں اوراذکار کے علاوہ آیت الکرسی، اذان کے بعد کی دعا، گھر سے نماز کے لیے نکلنے، مسجد میں داخل ہونے، مسجد سے نکلنے، سونے اورسوکر بیدار ہونے، چھینکنے، کھانا کھانے، اور کھانا کھانے کے بعد کی دعائیں ان کے علاوہ وہ تمام دعائیں جوصحیح احادیث سے ثابت ہیں اللہ تعالی کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

یہ شریعت اسلامیہ ہی کا کمال ہے کہ شارع علیہ السلام نے ہرموقع اورمناسبت کے لیے علاحدہ علاحدہ مخصوص دعاؤں کی طرف اپنی امت کی رہنمائی کی ہے کہ اگرکوئی شخص ہرموقع اورمناسبت کی دعا پڑھنے کا اہتمام کرے تو اس کی زبان ہرآن اور ہرلحہ ذکرالٰہی میں تررہے گی اوراس کا دل اللہ کی یاد سے کبھی غافل اورخالی نہیں ہوگا۔

یہ ذکرالٰہی کے مخصوص طریقے ہیں، تاہم ذکرالٰہی انہیں طریقوں پرمنحصر نہیں ہے ”بلکہ ہروہ عمل جوقرآن وسنت کے مطابق ہواورجس میں اللہ تعالی کی اطاعت ہووہ ذکرالٰہی ہے۔“ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن ص: ۸۴)

البتہ ذکرالٰہی کے وہ طریقے اورحرکات وسکنات جن کا ثبوت صحیح احادیث اورصحیح آثارصحابہ سے نہیں ملتا بدترین بدعت ہیں جیسے گمراہ صوفیاء کا سماع کے نام پراپنی محفلوں میں مشرکانہ غلو پرمبنی قوالیاں اورنعتیں پڑھنا، ”حق ھو“ کے نعرے لگانا، دل پر لاإلہ الا اللہ کی ضربیں لگانا، حلقے بنا کر بیٹھنا اورسری یا جہری ذکر میں بزعم خود مشغول ہونا، پالتی مارکر اور آنکھیں بند کرکے بیٹھنا اور دعوی کرنا کہ اللہ کا تصور دل ودماغ میں بسایا جارہا ہے، اسی طرح انگلیوں پرتسبیح گننے کے بجائے دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں پر یا اسی طرح کی دیگر مصنوعی تسبیحات پرذکرواذکار گننا، یہ اوراس قسم کے دوسرے افعال وحرکات ذکرالٰہی کے خودساختہ طریقے ہیں جن کا مشروع ذکرالٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔

ذکرالٰہی کے آداب

ذکرالٰہی کے چند آداب ہیں جن کی مراعات ضروری ہے وہ آداب قرآن کریم کی اس آیت ”وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُن مِّنَ الْغٰفِلِينَ“ (الاعراف: ۲۰۵)

(اوراپنے رب کوصبح وشام عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوئے اور بغیر اونچی آواز کے اپنے دل میں یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہوجاؤ) سے مستفاد ہیں۔

۱- ذکرالٰہی دل سے کیا جائے یعنی دیگر عبادات کی طرح اس کے اندر بھی اخلاص نیت ضروری ہے۔۲- ذکرالٰہی میں تضرع ملحوظ خاطر رہے یعنی اللہ تعالی کو عاجزی اورانکساری کے ساتھ یاد کیا جائے۔۳- دل پرخشیت الٰہی طاری ہو۔۴- ذکر الٰہی میں آواز اونچی نہ کی جائے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو۔اللہ ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکرواذکار، تسبیح وتہلیل اورتکبیر وتحمید کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، بار الٰہا! ہماری فروگزاشتوں سے درگزر فرمائے۔ہمیں ذہنی سکون اور قلبی اطمینان عطا فرمائے۔آمین، تقبل یارب العالمین ☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

ہریانہ کے معروف داعی حافظ شمس الدین صاحب کا انتقال پُر ملال

نئی دہلی: ۱۷ر ستمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے ہریانہ کے معروف داعی حافظ شمس الدین صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ حافظ صاحب بڑے خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ بڑے ملنسار اور مہمان نواز تھے۔ شعلہ بیاں مقرر تھے۔ انہوں نے پوری زندگی دعوت الی اللہ میں صرف کی۔ آپ نے کئی سالوں تک آندھرا پردیش کے کرنول ضلع میں دعوت وتبلیغ اور وعظ وخطابت کا کام انجام دیا۔ آپ کے والد حکیم مولانا محمد اسماعیل سعیدی صاحب بڑے حکیم تھے۔ حافظ صاحب اپنے والد کے نسخے کی روشنی میں طبابت کرتے تھے۔ سماج کے مختلف طبقات سے اپنا رشتہ استوار رکھتے تھے، لیکن کتاب وسنت اور منہج سلف کے خلاف باتوں پر نکیر بھی کرتے تھے۔

پریس ریلیز کے مطابق حافظ شمس الدین صاحب جن کا گذشتہ شب آبائی وطن گلالتہ میوات ہریانہ میں بعمر تقریباً ۶۵ رسال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شمالی ہند کی معروف دینی وتربیتی درسگاہ جامعہ سلفیہ شکراوہ پھر مدرسہ سبل السلام پھاٹک حبش خاں دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ آپ خود کو مولانا عبدالصمد رحمانی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں شمار کرتے تھے۔ ادھر کئی دنوں سے علیل تھے اور دہلی کے صفدر جنگ اسپتال میں آپ کا آپریشن ہوا تھا لیکن روبصحت نہ ہوسکے۔ آپ کے جنازے کی نماز آج صبح دس بجے آبائی وطن گلالتہ میں ادا کی گئی۔ جس میں ہریانہ اور دہلی واطراف سے بہت سے علماء ومعززین بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ حافظ صاحب کے پسماندگان میں اہلیہ دو بیٹے مولوی عبدالاحد سلمہ اور وکیل سلمہ اور ایک بیٹی اور کئی پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ خدمات کو قبول کرے۔ بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے اور جماعت وملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

صفر کا چاند نظر آ گیا

دہلی ۱۸ر ستمبر ۲۰۲۰ء

آج مورخہ ۱۸ر ستمبر ۲۰۲۰ء بمطابق ۲۹ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ بروز جمعہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک میٹنگ اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی ۶ میں منعقد ہوئی اور ملک کے بعض حصے میں چاند کی رویت کی مصدقہ ومستند خبر موصول ہونے کے پیش نظر مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل مورخہ ۱۹ر ستمبر ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ ماہ صفر ۱۴۴۲ھ کی پہلی تاریخ ہوگی۔

سیمانچل بہار کے بزرگ عالم دین استاذ الاساتذہ مولانا عبدالرشید سلفی صاحب کا سانحہ ارتحال

دہلی: ۱۹ر ستمبر ۲۰۲۰

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے سیمانچل بہار کے بزرگ عالم دین، صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے قدیم رکن اور معروف تعلیمی وتربیتی ادارہ مدرسہ دارالہدی کاشی پور، کشن گنج بہار کے سابق صدر المدرسین استاذ الاساتذہ مولانا عبدالرشید سلفی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو تعلیمی ودعوتی میدان کا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ مولانا عبدالرشید سلفی صاحب نہایت خلیق وملنسار عالم دین تھے اور سماج کے ہر طبقہ سے بہتر تعلقات استوار رکھتے تھے۔ انہوں نے ہندوستان کی معروف قدیم تعلیمی وتربیتی درس گاہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار میں اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا اور پوری زندگی نسل نو کی تدریس وتعلیم اور معاشرے کی اصلاح وتربیت میں گزار دی۔ مولانا نے متعدد مدارس ومکاتب کی تاسیس اور نسل نو کی تعلیم وتربیت کر کے علاقے میں جمعیت وجماعت اور ملت کی بڑی خدمات انجام دیں۔ آپ دارالقضاء چھاگلیہ سے بھی بحیثیت مفتی وابستہ رہے۔ آپ اپنے گاؤں کے امام وخطیب بھی تھے اور عیدین کی امامت بھی فرماتے تھے۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا عبدالرشید سلفی صاحب گزشتہ کل مورخہ 18 ستمبر 2020 کو بوقت 5 بجے شام بعمر تقریبا 80 سال آبائی وطن چھاگلیہ کشن گنج میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور آج صبح نو بجے چھاگلیہ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ جس میں صوبائی وضلعی جمعیات اہل حدیث کے ذمہ داران، ومتنسبین، علماء کرام اور عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ پسماندگان میں اہلیہ، مولانا عبدالمنعم سمیت 8 صاحب زادے، 8 صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔ ☆☆

مولانا محمد علی مدنی صاحب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کو صدمہ: نہایت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مولانا محمد علی مدنی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار اور نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بڑے بھائی جناب شمس الہدیٰ صاحب بلیرام پور مغربی چمپارن بہار کچھ دنوں سے علیل تھے، تنفس و دیگر عوارض کے شکار تھے. بالآخر قضائے الٰہی سے بتاریخ 20 ستمبر 2020 اللہ کو پیارے ہو گیے. انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم انتہائی شریف، کم گو، قناعت پسند انسان تھے۔ صوم وصلوۃ اور نماز باجماعت کے انتہائی پابند تھے۔ اپنے تینوں چھوٹے بھائیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے نہایت حریص اور کوشاں تھے۔ اور ان کے پڑھ لکھ لینے کے بعد بھی ان کے علم کے بے حد قدر داں تھے۔ ان کے تینوں چھوٹے بھائی بھی آپ کا از حد احترام اور آپ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپسی میل جول اور الفت ومحبت آج کل کے زمانے میں کم ہی خاندانوں اور گھرانوں میں ملتا ہے۔ اس ناحیے سے بھی یہ گھرانہ اس زمانے میں گنے چنے مثالی گھرانوں کی طرح ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرمایے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور جملہ پسماندگان خصوصاً مرحوم کے چھوٹے بھائیوں شیخ محمد علی مدنی، ماسٹر حضرت علی، مولوی حیدر علی صاحبان تینوں بیٹوں جاوید اختر، پرویز عالم، زبیر عالم سلمہم اللہ اور تینوں بیٹیوں سلمہن اللہ کو صبر وسلوان عطا کرے، آمین یارب العالمین۔

احباب جماعت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

آپ کے جنازے کی نماز اُسی روز بعد نماز ظہر ادا کی گئی اور مولانا محمد علی مدنی صاحب حفظہ اللہ نے نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر جمعیت ودیگر ذمہ داران)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ اور صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے سابق نائب امیر جناب عبدالوھاب سلفی صاحب کا سانحہ ارتحال: نہایت رنج وافسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش کے سابق نائب امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوریٰ اور اندور کی مرکزی مسجد اہل حدیث کے متولی جناب عبدالوہاب سلفی صاحب مورخہ 20 ستمبر 2020 کو بعد نماز ظہر بعمر تقریبا 65 سال آبائی وطن اندور میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب عبدالوہاب صاحب نہایت خلیق وملنسار اور بڑے مہمان نواز تھے اور دینی، جماعتی اور سماجی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی وفات سے اندور میں بڑا جماعتی خلا واقع ہوگیا ہے۔ اسی روز بعد نماز مغرب اندور میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں اہلیہ، 4 صاحب زادے عزیز الرحمن، فضل الرحمٰن، حفظ الرحمٰن اور رضوان الرحمٰن سلمہم اللہ، 3 صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے۔ اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین یارب العلمین۔ (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر جمعیت ودیگر ذمہ داران)

دعائے مغفرت کی اپیل: نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ احباب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ میرے چھوٹے بھائی ابراہیم شریف عرف طفیل کا اسٹروک کی وجہ سے ۲۳/جون ۲۰۲۰ء بروز منگل بعمر ۴۵ سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور ان کے جنازے کی نماز بعد نماز ظہر مرکزی مسجد اہل حدیث شیواجی نگر بنگلور میں ادا کی گئی اور تدفین ٹیانری روڈ کے قبرستان میں عمل میں آئی۔ مرحوم جمعیت وجماعت کے شیدائی، پابند صوم وصلوۃ اور قومی وملی اور سماجی خدمت گذار تھے۔ پسماندگان میں بیوہ اور دیگر اہل خانہ ہیں۔ تمام احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔ (عبداللہ شریف، بنگلور)

جامعہ محمدیہ، مئو ناتھ بھنجن کے استاذ مولانا شاھد کلیم سلفی مدنی صاحب کا انتقال پرملال: نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی گئی کہ جامعہ محمدیہ، کھیدوپورہ مئوناتھ بھنجن، یوپی کے معروف استاذ جناب مولانا شاہد کلیم سلفی مدنی بتاریخ 23 ستمبر 2020ء انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا نہایت خلیق وملنسار عالم دین تھے، آپ ایک اہم خانوادے کے چشم وچراغ تھے، پوری زندگی درس وتدریس، تعلیم وتربیت اور دینی امور سے منسلک رہے، اللہ تعالیٰ ان کی تمام خدمات کو شرف قبولیت بخشے، بشری لغزشوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس کا مکیں بنائے، پسماندگان کو وصبر وسلوان عطا کرے۔ اور جامعہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین یارب العلمین۔ (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر جمعیت ودیگر ذمہ داران)

(مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جملہ ذمہ داران و کارکنان نے مذکورہ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ہے)

☆☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلانئی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ
''المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں نئے تعلیمی کلنڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

'' المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دو سال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم از کم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011-26946205, 23273407، موبائل: 9213172981, 09560841844

شعبۂ تعلیم و تربیت: **مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**